کہ ”خدا ہمارے ساتھ ہے“ یعنی میرے کہ جس کے قتل کا مصمم ارادہ بستر خواب پر کفار نے کر لیا ہے اور علیؑ کہ جس کو اپنے بستر خواب پر لٹا آیا ہوں اور جس کے قتل ہو جانے کا بجائے میرے اندیشہ ہے۔

حضرت ابو بکرؓ اس کلمہ پیغمبر کے مخاطب ہیں وہ اس کلمہ میں کسیطرح داخل نہیں ہو سکتے کہ اُن سے اس کلمہ کا خطاب تھا البتہ وہ لوگ اس کلمہ میں داخل ہو سکتے ہیں جن کو مخاطب کے سوائے باطن میں پیغمبرؐ اپنے ساتھ جانتے تھے۔

اگر اس کلمہ میں مقصود داخل ہونے حضرت ابو بکر مخاطب کا ہوتا تو پیغمبرؐ یوں فرماتے کہ ”خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ ہے“ اور اسی کی تائید حضرت ابو بکرؓ کے اُس بیان سے ہوتی ہے جس کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب ازالۃ الخفا میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں۔

”فارتحلنا والقوم یطلبوننا فلم یدرکنا منھم الا سراقۃ بیننا وبینہ قدر رمح ورمحین اوثلثۃ قلت یا رسول اللہ	ترجمہ ”پس کوچ کیا ہمنے اور اور قوم ڈھونڈھتی تھی ہم کو پس نہ پایا ہم کو اُن میں سے کسی نے مگر سراقہ نے کہ درمیان

هذا الطلب قد لحقنا فقال لا
تحزن ان الله معنا حتى اذا
دنى فكان بيننا وبينه فرس
لم فقلت يا رسول الله هذا
الطلب قد لحقنا وبكيت قال
لم تبكي قال قلت اما والله
لا ابكي على نفسي ولكن ابكي
عليك الحديث ''

کہا رے اور اُس کے بقدر ایک
نیزہ یا دو نیزون یا تین نیزون
کے فاصلہ ہوگا - کہا مین نے
اے رسول اللہ یہ ڈھونڈھنے
والا مل گیا ہم سے - فرمایا کہ مت
غمگین ہو تحقیق کہ اللہ ساتھ ہمارے
ہے - یہان تک کہ جس وقت اور
نزدیک ہو گیا وہ - اور تھا درمیان
ہمارے اور اُس کے فاصلہ اُس کے گھوڑے کا - پس کہا مین نے
اے رسول اللہ یہ ڈھونڈھنے والا تحقیق مل گیا ہم سے - اور
رویا مین فرمایا کیون روتا ہے تو - کہا مین نے سلیکن قسم خدا کی
نہین روتا ہون مین اپنی جان کے لیے لیکن روتا ہون مین
اوپر آپ[1] کے ''

---

[1] مین تعجب سے دیکھتا ہون کہ وہ دشمن خدا تن واحد تھا اور ادہر
پیغمبر خدا اور حضرت ابوبکر دو نفس تھے حضرت ابوبکر کے ایسے حزن کا
کہ جس کی وجہ سے وہ رو دیے کیا باعث تھا اور بجز اس کے مین نہین
پاتا ہون کہ حضرت ابوبکر کے نزدیک بمقابلہ اُس ایک دشمن خدا کے

اس روایت معتمد سے یہ نتیجہ بخوبی نکلتا ہے کہ معیت حضرت ابوبکر کا وجود اور عدم مساوی درجہ رکھنے والا تہا اور حضرت ابوبکر کو اپنی جان کا کوئی خوف نہین تہا جو کچہہ حزن اُنہون نے ظاہر کیا وہ پیغمبر کی جان کی بابت ظاہر کیا۔ مگر پیغمبر کی جان کے ساتہہ ایک اور جان قربان ہونے کو تیار تہی اُس شخص کی کہ جو بجاے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوابگاہ جناب رسالت مآب پر لیٹ رہا تہا اور وہ جان پیغمبر خدا جان پیغمبر خدا سے زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۶)

یہ دونون کمزور تہے اور حضرت ابوبکر کو یقین ہوگیا تہا کہ پیغمبر کو وہ دشمن خدا قتل کرڈالے گا اور حضرت ابوبکر جانتے تہے کہ مین اُس دشمن خدا کا مقابلہ نہین کرونگا اور وہ مجکو قتل نہین کریگا بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ اور تنہا پیغمبر کو حضرت ابوبکر اس قابل نہین جانتے تہے کہ وہ بمقابلہ اُس دشمن کے عہدہ برآ ہوسکین اگر اُس موقع پر وہ نفس کہ جس تنہا پر خوابگاہ پیغمبر مین گروہ کثیر کفار کا حملہ ہوا اور جس نے اُن کا مقابلہ کیا اور جس کو خدا نے اُن کے شر سے محفوظ رکہا موجود ہوتا تو حضرت ابوبکر کو پیغمبر کے قتل ہوجانیکا یقین نہوتا۔ ایڈیٹر

خطرناک حالت مین تھی۔ انہین دونون جانون کے خطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ کلمہ فرمایا ہی کہ "خدا ہمارے ساتھ ہی" یعنی ہم دونون کا کہ جو حالت خطرہ مین ہین مدد اور معاون ہے "ان اللہ معنا" مین نہ حضرت ابوبکر داخل ہین اور نہ اُس سے اُن کو کوئی فضیلت حاصل ہو سکتی ہی۔

آیت غار مین حضرت ابوبکر کا نام نہین ہے صرف روایات سے ہر فرقہ نے یہ قبول کیا ہے کہ غار مین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر تھے۔ جس سے کوئی فضیلت حضرت ابوبکر کی پیدا نہین ہوتی لیکن جناب علی مرتضی علیہ السلام کی شان مین جس قدر آیات نازل ہوے ہین جن سے اُن کی فضیلت قابل امامت پیدا ہے اور گو اُن آیات مین نام نامی جناب علی مرتضے علیہ السلام کا مذکور نہین ہوا لیکن اکثر حصہ اُن آیات پر اہل سنت کا بموجب روایات اور احادیث کے یقین ہے کہ وہ شان مین جناب علی مرتضی علیہ السلام کی نازل ہوئی ہین۔

مصنف پھر اصل متن مین جو نتیجہ نکالتے ہین کہ "آیت کی تفسیر مین لفظ (فی علی) کے بڑہانے سے مقصود آیت بدل دیا اللہ نے کافرون سے خطاب کیا تہا اور وہ معاذ مسلمانون سے ہوگیا" اُس حقیقت پر غور کے بعد جو ہم نے اُسی جگہ دکہائی ہے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ وہ نتیجہ کسطرح صحیح نہین ہو سکتا۔

اُس آیت مین (فی علی) کا لفظ بڑہانے سے (جو تفسیرًا بیان کیا گیا ہے) یا اُس معنی مین اُس آیت کی تفسیر کرنے سے اصل مقصود اُس آیت کا (جیسا کہ اس جگہ مصنف اُس لفظ کو تفسیر قبول کرتے ہین) کچہہ بہی بدلتا نہین بلکہ اُس تفسیر سے مقصود آیت مین جو اجمال تہا اُس کی تشریح ہوتی ہے۔ بے شک اللہ نے قرآن کی ہر ہر آیت مین فصاحت کا معجزہ رکہا تہا اور ہر ہر آیت کا معارضہ کافرون سے طلب کیا تہا (اُس پند ونصائح کا جو ہر ہر آیت مین مذکور ہے) لیکن کافرون مین وہ سب لوگ شامل ہین کہ جو کل ما جاءبہ النبی ﷺ سے منکر ہون یا اُسکے کسی جزو سے۔

مصنف مقصود آیت کو پیش خود فرض کیے ہوئے ہین اسی سبب سے وہ سمجھتے ہین کہ تفسیر اُس آیت سے مقصود تبدیل ہوتا ہی مگر جب اُس آیت کے اجمال کو تفصیل کے ساتھ دیکھا جائے تو کچھ مقصود مین تبدیلی لازم نہین آتی ہی جیسے کسی مشرح بیان سے کسی قول مغلق کی تشریح کیجائے۔

امام علیہ السلام کی تفسیر کی جو حالت ہم نے دکھائی ہی اُس سے علانیہ ظاہر ہی کہ قرآن کی فصاحت کا معجزہ اور معارضہ انہین آیتون سے ہرگز مختص نہین ہو گیا ہو جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی ہین اور نہ خود امام علیہ السلام کی تفسیر مین کوئی لفظ ایسا ہی کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ امام علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہی کہ قرآن کی فصاحت کا معجزہ اور معارضہ انہین آیات سے مختص ہی جو علیؑ کے باب مین نازل ہوئی ہین۔ مصنف تفسیر امام علیہ السلام کو بدنما دکھانے کے لیے اُسکی عمداً غلط تعبیر کرکے جو نتیجہ تحریف کا پیدا کرتے ہین درحقیقت تفسیر امام علیہ السلام کو تحریف کرتے ہین جس سے اُنکو شرم کرنی چاہیے۔

پھر مصنف نے اعتراض کے لیے یہ روایت پسند کی

ہی جو بموجب تفسیر امام ؑ کے نص صریح امامت علی ؑ مرتضیٰ کے لیے ہی۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال نزل جبرئیل ؑ علی محمد صلی اللہ علیہ والہ	ترجمہ "امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ انہون نے فرمایا کہ نازل کیا جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اِس
بھذہ الاٰیۃ ھکذا یا ایھا ۱	آیت کو اس طرح "اے وہ لوگو
الذین اوتوا الکتب اٰمنوا	کہ دی گئی ہی اُنکو کتاب ایمان
بما نزلنا (فی علی نورًا مبینا)"	

لاؤ تم ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کیا ہم نے (حق علی ؑ مین کہ روشن اور ظاہر ہی")

قرآن موجودہ مین "بما نزلنا" کے بعد یہ الفاظ ہین "مصدقا لما معکم" یعنی اے اہل کتاب ایمان لاؤ ساتھ اُس چیز کے کہ نازل کیا ہم نے درحالیکہ تصدیق کرنیوالا ہی واسطے اُس چیز کے کہ ہمراہ تمہارے ہی"

طرز بیان روایت سے ظاہر ہی کہ "نزلنا" کی تفسیر مین امام نے امر علی ؑ کو کہ جو روشن اور ظاہر تھا بیان فرمایا ہی۔ مقصود امام

۱؎ سورۂ نساء پارۂ پنجم رکوع ۴۔

کا یہ نہین ہی کہ "وہ الفاظ تفسیری ہی داخل نزول من حیث القرآن
تہے" بلکہ یہ مراد ہی کہ "نزول قرآن امر علی کو بہی شامل ہی"
اور اہل کتاب کو کُل قرآن کے ماننے کو حکم دیا گیا ہی جس مین
جیسے توحید اور رسالت کا بیان ہی ویسے مسئلہ امامت کا۔
کتب آسمانی جو قرآن سے مقدم نازل ہوئی ہین اُن مین
بہی جیسے توحید اور رسالت کا بیان ہی ویسا ہی امامت کا ہی
اور اسی واسطے اس آیت مین یہ ارشاد خداوندی ہی کہ "وہ اے
اہل کتاب ایمان لاؤ تم ساتہ اُس چیز کے کہ نازل کی ہم نے
(توحید رسالت امامت) درحالیکہ تصدیق کرنے والی ہی واسطے
اُس چیز کے کہ جو ساتہ تمہارے ہی" اور جس مین اس بات
کا اشعار ہی کہ "کتب سابق مین بہی مسئلہ امامت بیان ہوا
ہی اُس کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہی۔ اور جس کو ہم جلد ثانی
مین ایک موقع پر دکہا آئے ہین۔

جس زمانہ مین کہ امام نے یہ تفسیر فرمائی ہی اُس زمانہ مین
بعد وفات رسولؐ علانیہ مسئلہ امامت کے قرآن مین ہونے
سے انکار شروع ہوگیا تہا اس واسطے امام نے "نزلنا" کی
تفسیر مین صرف مسئلہ امامت کا ذکر فرمایا جسکا نتیجہ یہ ہی کہ قرآن

مسئلۂ امامت کو شامل ہی - اور اس تفسیر کا ہرگز یہ مقصود نہین ہو سکتا کہ فقط اُن آیات پر ایمان لانے کا حکم ہوا جو علیؑ کے باب مین ہین جیسا کہ مصنف نے ظاہر کیا ہی اور نہ کوئی اعتراض اُنکا وارد ہو سکتا ہی -

پھر مصنف نے اس روایت کو اعتراض کے لیئے منتخب کیا ہی -

"عن ابی جعفر علیه السلام قال نزل جبرئیل بهذه الآیة علی محمد صلی الله علیه وآله	ترجمہ - امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اوتاری جبرئیل نے یہ آیت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
هکذا فبدّل الذین ظلموا	پر اس طرح پس بدل دیا اُن
(آل محمد حقهم) قولاً غیر الذی قیل	لوگون نے کہ ظلم کیا اُنھون نے
لهم فانزلنا علی الذین ظلموا	(آل محمد پر اُن کے حق مین) ایسا
(آل محمد حقهم) رجزاً من السماء	قول کہ غیر اُس قول کے تھا جو
بما کانوا یفسقون"	

اُن سے کہا گیا تھا پس اوتارا ہم نے اُن پر کہ جنھون نے ظلم کیا (آل محمد کے حق کا) ناپاکی یا عذاب آسمان سے بسبب اُسکے

لہ شروع سورۃ البقرہ -

کرتے تھے وہ فسق کرتے "

مصنف یہ کہتے ہین کہ "حضرت موسیٰ کے زمانہ مین جب بنی اسرائیل کو حکم ہوا تہا کہ گناہون سے مغفرت کی دعا مانگو جو ظالم تھے اُنہوں نے قول مغفرت کو بدل دیا "

مصنف آیۂ سابقہ بھی لکھتے ہین۔

"واذ قلنا ادخلوا هذه القریة فکلوا منها حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لکم خطٰیکم وسنزید المحسنین "	ترجمہ "اور جس وقت کہا ہم نے کہ داخل ہو اس بستی مین پس کہاؤ تم اُس (بستی) مین سے جو کچھ چاہو تم سیر ہوکر اور داخل ہو دروازہ مین (بیت المقدس)

سجدہ کرتے ہوے اور کہو تم "حطہ " (کلمۂ استغفار) بخشینگے ہم خطائین تمہاری اور نزدیک ہی کہ زیادتی کرینگے ہم نیکی کرنے والون کو "

پہر مصنف یہ اعتراض کرتے ہین کہ "اس آیت مین قصہ بنی اسرائیل کا ہی اس مین "ظلموا ال محمد حقھم " کا کہین پتہ نہین اور امام معصوم نے جو یہ الفاظ فرماے ہین اُسکو پہلی آیت سے کوئی ربط نہین۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تہی

اُس وقت تک آل محمدؑ کا حق کس نے چھینا تھا۔ نص امامت غدیر خم مین نازل ہی نہین ہوئی تھی۔ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ کون لوگ تھے جنہون نے محمدؐ کے زمانہ سے پہلے آل محمدؑ کا حق چھینا تھا۔ اور کیا چارہ ہی کہ ان لوگون سے حضرت آدم اور انبیاے غیر اولی العزم مراد ہون جنہون نے محمدؐ اور آل محمدؑ کی بابت عہد ترک کیا اُنہین پر عذاب نازل ہوا ہوگا۔ (معاذ اللہ منہا)"

جس آیت کی تفسیر امامؑ سے روایت ہوئی ہی اُس آیت سے پہلے جو آیت قرآن موجودہ سے نقل کی گئی ہی اُس کی نسبت مصنف نے کوئی تحقیق نہین دکھائی کہ وہ آیت اس آیت تفسیری سے مقدم نازل ہوئی ہی۔ نہ کوئی اس کی تحقیق ظاہر کی ہی کہ آیت نص امامت خم غدیر سے پہلے وہ آیت قصۂ بنی اسرائیل مین نازل ہوئی ہی۔

شاید مصنف کا یہ ارادہ ہی کہ مثل قرآن کے اُنکا قول مانا جاے۔ مگر علماے شیعہ اور سنی از روے تحقیق اس بات کے قائل ہین کہ "قرآن موجودہ بترتیب نزول جمع نہین کیا گیا ہی" لیکن نزول ان آیتون کا اگر مقصود مصنف

مخاطب کی بموجب سمجھ لیا جاے تو بھی کوئی اعتراض مصنف کا تفسیر امام پر وارد نہین ہوسکتا۔

ہم رسالہ روشنی جلد ثانی مین یہ بتا آے ہین کہ وہ قرآن مین جو قصص مذکور ہین وہ نظائر مین پند و موعظت کے لیے اور یہی واضح ہی کہ قرآن کے تمام بیانات ہر زمانہ کے لیے نصیحت پکڑنے کو نازل ہوے ہین جو بیان جس زمانہ کے متعلق یا جس زمانہ پر منطبق ہوسکے بھلائی اور برائی حالت ہر زمانہ کو اُس کا مصداق کیا جائیگا۔

اس آیت مین قصہ بنی اسرائیل کا بیان ہوا ہی اُس مین موعظت یہ ہی کہ جو عمل حسنہ اُس عہد مین لوگون نے کیے ہین اس عہد مین بھی اُسی کے موافق عمل کرنا چاہیے اور جو عمل قبیح اُس عہد مین لوگون نے کیے ہین اُس سے اجتناب لازم ہی مصنف مخاطب قبول کرتے ہین کہ وہ کچھ بنی اسرائیل نے دعاے مغفرت کو بدل دیا تھا۔"

اور دیگر علماے اہل سنت نے بھی قبول کیا ہی کہ وہ اس تبدیل سے کسی لفظ کا بدل دینا مراد نہین ہی۔ بلکہ گناہون سے معافی چاہنے کا حکم تھا مگر اُنھون نے اُس حکم کو

بدل ڈالا اور توبہ و استغفار کی پروا نہین کی بلکہ فتح کے سبب سے مغرور اور متکبر ہو گئے" چنانچہ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہی کہ "جب اُن کو تواضع اور استغفار کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو اُنہون نے اسکے حکم کی تعمیل نہ کی اور اُسپر التفات نہ کیا" اور صاحب بیضاوی لکھتے ہین کہ "اُنہون نے بدل دیا حکم توبہ اور استغفار کا جو اُنکو دیا گیا تھا دنیاوی چیزون کے چاہنے سے جس کے وہ خواہشمند تھے"

واضح ہو کہ آیت قصۂ بنی اسرائیل سے ظاہر ہی کہ وہ دعاے مغفرت کلمۂ (حطہ) تھا۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہی کہ "اس قوم بنی اسرائیل نے بجاے لفظ حطہ معنی مغفرت کے لفظ ہم صورت اُس کا بمعنی گندم سرخ کے استعمال کیا"

چونکہ اس آیت مین یہ قصۂ بنی اسرائیل نظیرا بیان ہوا ہی اس واسطے امت پیغمبر آخر الزمان صلعم کے لیے دیکھنا چاہیے کہ کون قول خدا کا بمنزلۂ "حطہ" کے ہی کہ جو باعث مغفرت امت کا ہو۔ اور جس کو کچھ لوگون نے امت رسول صلعم مین بدلدیا ہو۔

شرح جامع صغیر معتمد کتاب اہل سنت مین یہ حدیث پیغمبرؐ کی منقول ہی۔

"علی باب حطة من دخل فیها کان مومنا ومن خرج منها کان کافرا"

ترجمہ "علیؑ باب حطہ ہی جو کوئی داخل ہوگا اُس مین ہوگا وہ مومن اور جو کوئی خارج ہوگا اُس سے ہوگا کافر"

شارح کا یہ قول ہی کہ "مراد اُس سے پیروی اور اطاعت علیؑ کی ہی جس نے پیروی کی اُس کی وہ مومن ہوا اور جس نے پیروی اُس کی نہ کی وہ کافر ہوا"

اس بنا پر تفسیر ان آیات کی یہ ہوتی ہی کہ جیسے عہد حضرت موسی مین قوم بنی اسرائیل کے لیے قول "حطہ" دعاے مغفرت تھی ویسے ہی قول "حطہ" امت پیغمبر آخرالزمانؐ کے لیے قبول امامت جناب علی مرتضیؑ کا تھا جس کی تبدیل کرنے سے لوگون نے حق آل محمدؐ مین ظلم کیا۔ اور جیسے قول حطہ کو کہ دعاے مغفرت بنی اسرائیل کے لیے تھی کچھ لوگون نے بدل دیا ویسے ہی امت رسول آخرالزمانؐ مین کچھ لوگون نے قول امامت علیؑ کو بدل دیا اور وہ ظلم کرنے والے آل محمدؐ پر حق آل محمدؐ مین تھے

بموجب اُس حدیث پیغمبر کے جو کتاب معتمد اہل سنت مین
منقول ہی جو تفسیر ان آیات کی ہو سکتی ہی وہی تفسیر امامؑ
نے فرمائی ہی اور جس کا وہی نتیجہ ہوتا ہی کہ جو شارح جامع صغیر
نے بیان کیا ہی کہ پیروی اور اطاعت علی مرتضیٰؑ کی لازم تھی
جس کسی نے اُس کو حسب تفسیر صاحب بیضاوی دنیاوی
چیزون کی غرض سے جس کے وہ خواہشمند تھے تبدیل کیا
یعنی خود علی مرتضیٰؑ سے اتباع اپنی خلافت اور حکومت کا
کرایا بجاے پیروی اور اطاعت علی مرتضیٰؑ کے دوسرون
کی پیروی اور اطاعت کی وہ کافر ہوا اور جن لوگون نے کہ
علی مرتضیٰؑ کی امامت کو قبول کیا جو مثل قول حطہ کے باعث
مغفرت ہی وہ مومن ہوا۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد کوئی اعتراض مصنف
مخاطب کا تفسیر امام علیہ السلام پر وارد نہین ہو سکتا ہی۔ اُن
آیات کی تفسیر مین پیغمبر اور امام علیہما السلام نے علی اور آل محمدؐ
کے حق کو بطور تمثیل کے ظاہر کر کے حالت حق علیؑ اور آل محمدؐ
کو بیان فرمایا ہی جس سے نہ ربط آیات مین کچھ فرق آتا ہی نہ
تقدیم اور تاخیر نزول کسی آیت سے کوئی شبہہ پیدا ہو سکتا ہی

اور قول حطہ کو جو باعث مغفرت تھا بنی اسرائیل مین جن جن لوگون نے تبدیل کیا اور امت پیغمبر آخر الزمانؐ مین جن جن لوگون نے امامت علیؑ کو قبول نہ کرکے اور قول امامت کو تبدیل کرکے حق آل محمدؐ کا چھین لیا وہ سب معلوم ہوجاتے ہین۔

آیت کا مضمون بیشک یہ ہی کہ وہ امور قوم بنی اسرائیل مین واقع ہوچکے تھے لیکن علم الٰہی مین جس نے وہ آیت نظیر کے طور پر بھیجی تھی پیغمبر آخر الزمانؐ کی امت مین ویسا ہی واقعہ ہونے والا تھا۔

اور پیغمبرؐ نے جو مثال بتائی ہی اُس سے واضح ہوتا ہی کہ ویسے ہی امور بدلنے قول حطہ کے اُنکی امت مین واقع ہونے والے ہین اور زمانہ امام مین جنہون نے وہ تفسیر فرمائی ہی امت پیغمبر آخر الزمانؐ مین وہ امور واقع ہوچکے تھے۔

اُن امور کے واقع کرنے والون سے خواہ امت موسیٰ مین خواہ امت پیغمبر آخر الزمان مین حضرت آدم علیہ السلام اور انبیاے غیر اولی العزم سے ہرگز مراد نہین ہوسکتی جیسا کہ مصنف مخاطب نے ارادہ کیا ہی۔

کتب شیعہ مین اس قسم کی روایتین ہرگز نہین ہین جنسے ثابت ہوتا ہو کہ اسماے ائمہ بتصریح قرآن کی آیتون مین نازل ہوے تہے جیسا کہ مصنف مخاطب لکہتے ہین۔ لیکن خود آیات قرآن موجودہ مین مسئلۂ امامت بتصریح موجود ہی جیسا کہ جلد ثانی مین ثابت ہوچکا ہی۔

البتہ کتب شیعہ مین ایسی روایتین موجود ہین کہ جس مین آیات کی تفسیر مین یہ بیان ہوا ہی کہ امامت حق ائمۂ اہل بیت ہی اور اسماے ائمہ بہی مذکور ہوے ہین۔ اور وہ قرآن کہ جس مین تفسیر مسئلہ امامت اور امامت حق اہل بیت کی بتائی ہوئی پیغمبر کی اور لکہی ہوئی بدستخط خاص علی مرتضیٰ کے تہی اور جس کی روسے دیگر ائمۂ اہل بیت تفسیر کرتے چلے آے ہین بیشک ائمہ کے پاس سینہ اور صندوق مین بند رہا جبکہ لوگون نے اُس کو نہ لیا اور نہ اُس سے کچھ لینا چاہا۔

مگر یہ بیان مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہی کہ وہ انہون نے اپنے مخلصین شیعہ کو بہی ندیا۔ نہین جو کوئی ائمۂ اہل بیتؑ کے پاس بخلوص نیت عقیدت مندی حاضر ہوتا تہا اُس کو

اُسی قرآن تفسیری سے دیتے تھے۔

اُن کی حالت مثل کعبہ کے تھی کہ جس کے پاس عقیدتمند جاتے ہین کعبہ کسی کے پاس نہین جاتا جیسا کہ منشا ایک روایت پیغمبر کا ہی اور اوصیاے پیغمبر کا صرف یہ منصب ہوتا ہی کہ جو کوئی بہ طلب ہدایت اُن کے پاس حاضر ہو اُس کو تعلیم کرین اور دعوت اسلام منصب پیغمبر ہی جیسا کہ علی مرتضیٰ نے ایک موقع پر فرمایا ہی۔

البتہ اپنے دشمنون سے ائمۂ اہل بیت اپنے راز کو چھپاتے تھے۔ اور جسکی اُنکو ضرورت تھی۔

مصنف مخاطب نے اس جگہ اپنے بعض مضامین سابق کا جلد اول سے اعادہ کیا ہی جس کی حقیقت ہم اُسی موقع پر دکھا آئے ہین۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے زرارہ کی حالت سمجھنے مین کچھ بھی غلطی نہین ہوئی اُنہون نے اُس کو پہلے ہی قابل ہدایت سمجھ لیا تھا اور آخر کار وہ ہدایت پا گیا۔ اور جس وقت کہ اُس نے اُس کتاب علی سے انکار کیا تھا اُس وقت وہ کامل درجہ ہدایت یافتہ ہونے پر نہین پہونچا تھا اُس وقت اُس کی

حالت ایسی ہی تہی جیسی ہمارے مصنف مخاطب کی۔

وہ درجۂ کامل ہدایت پر نہ پہونچنے کی وجہ سے امام علیہ السلام سے جہگڑا کرتا تہا اور امام علیہ السلام کے مباحثہ کو بغیر اطمینان کے قبول نہین کرتا تہا۔ جیسے کہ اس زمانہ مین ہمارے مصنف مخاطب جو مخالفین ائمہ اہل بیت کے متبع ہین۔ قبعان امام علیہ السلام سے جہگڑا کرتے ہین۔ دیکہیے کہ وہ مثل زرارہ کے اپنی ابتدائی حالت سے تبدیل ہوکر انہلے حالت زرارہ مین داخل ہوتے ہین یا اطمینان سے فائدہ نہ اوٹہاکر مثل اُنہین لوگون کے رہتے ہین کہ جن کی حالت مثل زرارہ کے نہین ہوئی۔

جو لوگ کہ نیت ہدایت پانے کی رکہتے ہین وہ مثل زرارہ کے اپنی حالت کو ضرور تبدیل کرسکتے ہین لیکن جو لوگ کہ ائمہ اہل بیت سے نیت محض مخاصمت کی رکہتے ہین اُن لوگون سے سوا جہگڑا کرنے کے اور کوئی توقع نہین ہوسکتی۔

وہ قرآن ہر متنفس کو اس حیثیت سے دیا جاسکتا تہا کہ جو کوئی کچہہ ائمہ اہل بیت سے دریافت اور تحقیق کرنا چاہے اُس کو اُسی قرآن سے بتا دین۔ یہ نہین ہوسکتا تہا کہ ہر کسی

تنفس کو وہ قرآن حوالہ کیا جاتا البتہ حوالہ خلیفہ وقت کے
ہو سکتا تھا تاکہ اُس کے ذریعہ سے وہ قرآن رائج اور شائع ہو
چنانچہ علی مرتضیٰؑ نے عہد خلافت اول مین اُس قرآن کو پیش
کیا تھا جو نہ لیا گیا اور جس کی بابت صاحب استیعاب وغیرہ
علماے اہل سنت نے یہ راے دی ہی کہ ”وہ ہم کو
نہایت مفید ہوتا“

اور دیگر ائمہ اہل بیت کے ہم عہد جو خلفا رہے اُن کی
حالتین بمقابلہ ائمہ اہل بیت کے جو کچھ رہی ہین اُن کو ہر کوئی
تاریخ دان جان سکتا ہی کہ ائمہ اہل بیت سے وہ قرآن رائج
اور شائع کرنے کے لیے وہ خلفا نہ لے سکتے تھے اور نہ
ائمہ اہل بیت اُس قرآن کو ضائع کرنے کے لیے اپنے ہم عہد
خلفا کو دے سکتے تھے۔

گو کچھ عوام شیعون کی کسی زمانہ مین ایسی حالت پائی جاے
(جیسا کہ ہر قوم اور ملک اور ہر مذہب کے لوگون مین ہر طرح
کے لوگ ہوتے ہین یہان تک عہد پیغمبرؐ مین ہر طرح کے
مسلمان موجود تھے) کہ وہ اپنے بعض افعال مین صدق
اور امانت اور وفا نہ دکھاتے ہون۔ مگر مسئلہ امامت اور دلائل

ائمہ اہل بیت مین صدق اور امانت اور وفا ہر زمانہ مین تمام شیعون سے ظاہر ہوتا رہا ہی۔ اور ائمہ اہل بیت اُس قرآن سے اُن کو ہر امر کے لیے ہدایت دیتے رہے ہین۔

اور اگر مصنف مخاطب کے نزدیک شیعہ اُس قرآن کے لینے کے قابل نہین تھے اور سنیون مین وہ صفتین مصنف مخاطب کے نزدیک مختص تھین کہ جن کی وجہ سے وہ قرآن لیا جا سکتا تھا تو مصنف مخاطب اور اُن کے ہم خیال بتائین کہ اُنھون نے وہ قرآن علی مرتضیٰؑ اور دیگر ائمہ اہل بیت سے کیون نہین لیا؟۔

باوصف اس کے کہ فریقین کی روایتون سے یہ ثابت ہی کہ ایک قرآن علی مرتضیٰؑ اور ائمۂ اہل بیت کے پاس موجود تھا اور جس کو خود علی مرتضیٰؑ نے شروع زمانہ خلافت اول مین پیش کیا تھا۔

اسی ضمن بحث امامت مین مصنف یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ "وے اصحاب ائمہ کی یہ عادت تھی کہ اکثر مرتد ہو جایا کرتے تھے" اور مجالس المومنین سے سند کے لیے یہ روایت نقل کرتے ہین۔

"از حضرت امام زین العابدینؑ روایت کردہ اند کہ بعد از قتل حسین مرتد شدند الا پنج کس ابو خالد کابلی و یحیی بن ام الطویل و جبیر بن مطیع و جابر بن عبد اللہ انصاری و شبکہ کہ حرم محترم حضرت امام حسین بود"

مصنف اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ "شہادت حسینؑ کے بعد جتنے شیعہ تہے سب مرتد ہو گئے مگر پانچ آدمی جن مین شبکہ ایک بی بی بہی تہین اور یہ ثابت ہو گیا کہ امام حسین کی دوسری بیبیون کا بہی ایمان ثابت نرہا اور امام زین العابدین کی مان شہربانو بہی ان پانچ مین شامل نہ رہین۔ اور حضرت زینب اور امام حسین کی بیٹیان اور حضرت عباس علمدار کی بیبیان اور اولاد اور حضرت امام حسن کی اولاد خصوصا حضرت امام حسن مثنی اور اُن کی بہن جو امام زین العابدین کی بی بی تہین کس فریق مین رہین؟"

کتاب مجالس المومنین ایک کتاب رجال ہی کہ جس مین بعض روایات خاص غرض سے نقل کی گئی ہین تاہم اس موقع پر بقدر ضرورت اُس قدر امور بیان کیے گئے ہین کہ جس سے کیفیت اور حقیقت اس روایت کی واضح ہو جاتی ہی۔

لیکن افسوس ہی کہ مصنف سے نے۔ مین اس کا تو قائل نہین ہو سکتا کہ اُنہون نے منشا اور مراد اس حدیث کو نہین سمجہا مگر یہ کہ سکتا ہون کہ عمداً وہ مضامین ترک کر دیے ہین کہ جن کے ظاہر نہ کرنے سے اُن کو موقع بدنمائی روایت کے دکہانے کا اُن کے مذاق کے موافق مل سکے۔ پہر اُنہون نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ جس قدر مضمون کہ نقل کیا ہی اُس کے بہی خلاف استدلال اور امر غیر تحقیق کو نکتہ چینی مین شامل کرتے ہین۔

مجالس المومنین کے مصنف یحیی بن ام الطویل کے ترجمہ مین اول یہ لکہتے ہین کہ "در کتاب خلاصہ از کشی نقل نمودہ کہ او از حواری علی بن الحسین ست وفضل بن شاذان گفتہ کہ در اول زمان علی بن الحسین از مخلصان شیعہ نبود الا پنج نفر کہ یکی از آنہا یحیی بن الطویل بود" بعد اس کے وہ روایت ہی کہ جس کو مصنف معترض سے نے نقل کیا ہی اور اُس کے بعد یہ مضمون ہی "بعد از آن مردم از اطراف ملحق شدند" مصنف معترض سے نے جو روایت کہ نقل کی ہی اُس مین یہ تحریر ہی کہ "تمام مردم بعد قتل حسین کے مرتد ہو گئے تہے"

اور اُس سے مصنف یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "شہادت امام حسینؑ کے بعد جتنے شیعہ تھے وہ سب مرتد ہو گئے تھے" جو صریح غلط ہے۔

روایت مین ہرگز یہ بیان نہین ہے کہ "شیعہ جتنے تھے مرتد ہو گئے تھے" بلکہ یہ بیان ہے کہ "بعد شہادت حسینؑ کے لوگ مرتد ہو گئے" اور وہ حالت باعتبار عرف عام اور محاورہ بول چال کے جو واقعۂ زمانہ پر منطبق ہوتی ہے بالکل صحیح ہے۔ اور اس اعتبار سے بیشک یہ کہا جا سکتا ہے کہ "بعد شہادت امام حسینؑ کے جس قدر کہ مسلمان تھے وہ مرتد ہو گئے تھے" اور یہ بیان بنظر اُس حالت زمانہ کے ہے کہ جس مین درحقیقت تمام مخلوق حامی یزید کی ہوکر اُس کی متبع ہو گئی تھی اور وہ لوگ وہی تھے کہ جو خلافت خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ اور حضرت یزید کو یا اُن مین سے بعض کو کہ بعض نتیجہ بعض کا تھا صحیح قبول کرتے تھے اور اُنہین مین سے امامؑ نے اُن پانچ شخصون کو کہ جن کا ذکر اس روایت مین ہے مستثنےٰ فرمایا ہے۔

بنی فاطمہؑ کے جو لوگ متبع تھے اور بعد پیغمبرؐ کے جناب

علی مرتضیٰ اور حضرات حسنین علیہم السلام کو امام برحق اور مستحق خلافت جانتے تھے عموماً اور خصوصاً جو لوگ اولاد ذکور و اناث علی اور فاطمہ علیہم السلام تھے اور جو ازواج اُن کی اولاد ذکور کی تھین اور وہ اُسی مذہب حق پر تھین اور اُس خاندان سے ملازمت رکھتی تھین اس روایت مین اُنکی طرف درحقیقت روے سخن ہی نہین ہی اور اسی وجہ سے اُن مخلصان شیعہ اور امام حسینؑ کی دوسری بیبیون کے اور حضرت زینبؑ اور حضرت امام حسین کے بیٹون اور حضرت عباسؑ علمدار کی بی بی کہ جو دختر حضرت عقیل حقیقی برادر علی مرتضیٰؑ کی تھین اور اُنکی اولاد اور حضرت امام حسنؑ کی اولاد اور حسن مثنیٰ اور اُنکی بہن کے جو زوجہ امام زین العابدینؑ کی تھین ذکر کی ضرورت ہی نہین تھی۔

اور شہربانو والدہ حضرت امام زین العابدینؑ کی شہادت امام حسینؑ سے بہت پہلے حضرت امام زین العابدینؑ کو بچہ چھوڑ کر وفات پا چکی تھین اس وجہ سے اُنکے ذکر کا موقع ہی نہین تھا اور یہ لوگ فریق غیر ضروری الذکر مین رہے۔

اس روایت مین جو ابتداے ارتداد لوگون کا بیان ہی وہ حالت شروع زمانہ امام زین العابدینؑ کی ہی جیسا کہ روایت مفضل

بن شاذان مین مذکور ہی اور بعد اسی روایت کے کہ جو مصنف مخاطب نے نقل کی ہی صاف لکھا گیا ہی کہ پھر مردم اطراف سے ملحق ہو گئے اور انکی شرکت ہو گئی۔

ایسی حالت مین جبکہ لوگ غیر ضروری الذکر بھی موجود تھے اور اول زمان امام زین العابدینؑ مین خلائق مرتد سے پانچ شخص مستثنی بھی تھے اور بعد اس کے لوگ اطراف سے بکثرت ان کے ساتھ ہو گئے تو یہ اعتراض جو مصنف بعد تمہید کے کرتے ہین کہ عقائد مذہب شیعہ اور نص امامت کا تواتر کیونکر ثابت ہوگا برقرار نہین رہ سکتا۔

مصنف یہ شبہہ بھی کرتے ہین کہ وہ اس زمانہ مین فقط امام زین العابدینؑ اور چار مرد اُنکے ہان مین ہان ملانے والے تھے اور یہ سب کے سب نقاب تقیہ مین روپوش فقط ایک امام زین العابدین علیہ السلام اپنے منہ سے اپنا اور اپنے اصول و فروع کا امام معصوم مفترض الطاعت ہونا بیان کرتے ہونگے اور یہ چارون مرد آمنّا و صدقنا کہنے والے ہونگے پھر رسولؐ تک اس مذہب کی نقل متواتر پہونچنے کا کیا سلسلہ ہی"

اگرچہ حقیقت اس روایت کے دکھانے مین جو حالت زمانہ

کی ظاہر ہوتی ہی اور خود اُس روایت کے متعلق جو اُسی زمانہ مین بیان کیا گیا ہی۔ اُس سے وہ شبہہ مصنف مخاطب کا رفع ہوتا ہی لیکن ایک نظیر خود پیغمبر کی اور اُنکے ابتداے زمانہ کی ہم اور پیش کرتے ہین جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ حالت علیؑ ابن الحسینؑ کی قدم بقدم حالت اُنکے جد رسولؐ کی تھی اور جس سے امید ہی کہ مصنف مخاطب اور اُن کے ہم خیالون کی تشفی ہو جاوے۔

بعد شہادت حضرت امام حسینؑ کے کہ جو امام زمانہ تھے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نسل پیغمبرؐ مین امام زمانہ کی اولاد ذکور مین اکیلے رہگئے تھے کہ جنکو عقلاً اور نقلاً منصب امامت ہدایت مخلوق کے لیے پہونچتا تھا۔ وہ اپنے عہد مین ویسے ہی تنہا تھے جیسے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانہ شروع اجراے کار منصب رسالت مین اور گو وقت اجراے کار منصب پیغمبری کے حضرت ابو طالب ملت ابراہیم پر تھے اور علی مرتضیٰؑ نے تعلیم اور تربیت اُسی ملت پر پائی اور جیسے کہ پیغمبرؐ اس دین کو شروع کرتے گئے علی مرتضیٰؑ اُس کو قبول کرتے گئے لیکن زمانہ جہالت سے زمانہ علم مین بحیثیت

اسلام کے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے قدم رکھا اور
اور بعد انکے چند سال سے چند لوگ مسلمان ہوئے۔ اور چند
سال تک پیغمبر دین اسلام کی خفیہ طور پر تلقین کرتے رہے اور
بعد ایک مدت کے اُنہوں نے باعلان دعوت اسلام کی۔
(یہ ایک کلیہ قاعدہ ہی کہ جو اعلیٰ درجہ کے حسن تدبیر پر مبنی ہی
کہ دفعۃً پبلک پر اُس امر کا اثر نہین پڑتا ہی کہ جس امر کو پہلے
پرائیویٹ طور پر بطور خفیہ بیان کر کے کچھ خاص لوگون کو اپنا
طرفدار نہ کر لیا جائے)۔

تو آیا اُس زمانہ ابتداے تبلیغ رسالت پیغمبرؐ مین فقط پیغمبرؐ
اور تین چار مرد انکی ہان مین ہان ملانے والے تھے یا کچھ اور
اور یہ سب کے سب نقاب تقیہ مین روپوش تھے یا کچھ اور
اور فقط رسول اپنے مُنہ سے اپنا رسول ہونا اور اپنا معصوم
مفترض الطاعت ہونا اور اپنے دین کے اصول اور فروع
کا بیان کرتے ہونگے اور وہ تین چار مرد آمنّا وصدقنا کہنے
والے ہونگے یا کچھ اور۔ اور پھر رسول تک یا خدا تک اس مذہب
کی نقل متواتر پہونچنے کی کیا صورت ہی۔؟
اور اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبرؐ آخر الزمانؐ سے پہلے اور رسولؑ

بھی آئے تھے یا پیغمبر آخر الزمان صلعم نے ابتدا سے زمانہ خفیہ تبلیغ کے بعد دین اسلام کو باعلان جاری کیا تو یہی حالت بعینہٖ حضرت امام زین العابدین ع کی ہی کہ اُن سے پہلے بعد نبی ع علی الاتصال کیے بعد دیگرے امام ہوتے چلے آئے بلکہ پیغمبر آخر الزمان صلعم سے قبل ایسے زمانہ گذر گئے ہین کہ درمیان دو نبیون کے مدت مدید گذر گئی ہی جس کو زمانہ فترت کہتے ہین اور حضرت امام زین العابدین ع کو بعد اپنے زمانہ ابتدائی کے علانیہ دین اپنے آبائے طاہرین کے اجرا کا اُس وقت موقع ملا ہی کہ کہ جب اُنکے دوستدار طلب خون حسین علیہ السلام مین اُٹھ کھڑے ہوئے ہین اور چن چن کر اُنکے دشمنون کو تہ تیغ کیا ہی اور بعد امام زین العابدین علیہ السلام کے اُنکی نسل سے ائمہ ایسے گذرے ہین کہ جنکو موقع شیوع اور رواج دین اپنے آبائے طاہرین کا اچھی طرح سے ملا ہی گو امر خلافت کے متعلق مخالفت نے اپنی کروٹ نہ بدلی ہو (یاد کرو عہد حضرت امام محمد باقر ع اور حضرت امام جعفر صادق ع اور حضرت امام علی رضا علیہم السلام کا)۔

پیغمبر صلعم کے عہد مین بمقابلہ کفر اور شرک کے جیسے مذہب

اسلام رائج ہو گیا ویسے ہی عہد ائمہ اہلبیت مین اُن کے
ذریعہ سے بحیثیت تواتر کہ جو رسولؐ تک پہونچتا ہی دین اسلام
بہ نوعیت مذہب شیعہ کے بمقابلہ دیگر مذاہب مسلمانون کے
رواج پا گیا کہ جن شیعون سے روے زمین کا کوئی حصہ یا خطہ
خالی نہین ہی اور جسکی کسی قدر تفصیل رسالہ روشنی جلد اول
مین ایک موقع پر لکھ آئے ہین۔

اور حال مین ہمکو یہ تحقیق ہو گیا ہی کہ ملک چین مین پونے دو
کرور مسلمان مذہب شیعہ آباد ہین جن مین سے کچھ بعض حصہ
ملک چین کے بطور والی ملک اور رئیس خود مختار تحت حکومت
فغفور چین کے ہین۔

البتہ اُن پونے دو کرور مین سے سترہ لاکھ وہ لوگ ہین
کہ جو اعتقاد علی اللہی کا رکھتے ہین اور جن کا یہ اعتقاد ہی کہ ذات
اللہ نے جسم مین علیؑ کے حلول کر کے پیغمبرؐ کی نصرت کی اور سوائے
اس کے خدا کی توحید اور رسولؐ کی رسالت اور علی مرتضیٰ اور
دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی امامت کے ایسے ہی قائل
ہین جیسے شیعہ۔

مگر مسلمانون کے کسی اور فرقہ کا وہان نام و نشان

نہین ہی۔

مصنف نے حضرت امام زین العابدین ع کی نسبت ایسے کلمات استعمال کیے ہین کہ جسمین ضمناً پیرایہ سوء ادب کا ہی اور ہم نے بہی اُنہین کلمات کو اپنے بیان مین لوٹایا ہی۔ اگر مصنف سے کوئی گناہ ہوا ہی تو ہمارا گناہ بہی اُنہین پر رد ہوگا کہ ہم نے وہ کلمات اُن کے اُن پر رد کیے ہین (استغفر اللہ ربی واتوب الیہ)۔

حضرت امام زین العابدین ع اور اُن کے اصحاب کی نسبت زبان طعن مصنف کھول چکنے کے بعد ہشام اور صاحب الطاق اور دیگر اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے ہین اور کہتے ہین کہ وے اُنکی وفات کے بعد اس امر پر متفق کیا تہا کہ مذہب شیعہ کو ترک کردو اور یہ مشورہ کرتے تہے کہ کونسا مذہب اختیار کرین اور سب سے آخر مین خارجی ہونے کا خیال کیا تہا اور اس کی سند کے لیے کتاب کافی کی ترد اکا حوالہ دیا ہی۔

یہ وہی بات ہی کہ جس کا ذکر مصنف بحث نمبر ۲۵۔ جلد اول نصیحۃ الشیعہ مین کر چکے ہین صرف اس جگہ تازہ بناوٹ

یہ ہی کہ ہشام اور صاحب الطاق کے ساتھہ دیگر اصحاب امام کو بھی شامل کیا ہی حالانکہ وہ روایت صرف ہشام اور صاحب الطاق سے متعلق ہی اور جیسے اُن پر تہمت اور غلط بیانی اور ترک کرنے مذہب شیعہ اور خارجی ہو جانے کا اعادہ کرتے ہین ویسے ہی دیگر اصحاب کو بھی اپنی تہمت اور غلط بیانی مین شامل کر لیا ہی۔

ہم اُسی موقع پر کیفیت اس روایت کی دکھا[۱] آئے ہین کہ ہشام اور صاحب الطاق بعد وفات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے تلاش امام برحق مین متحیر تھے اور اُنہون نے اُس عالم حیرت مین جو درحقیقت خدا سے استعانت تحقق امام مین چاہی ہی اُس وقت اُنہون نے اپنی التجا پر زور دیا ہی کہ کیا ہم اُن مذاہب پر ہو جائین جنکو کہ وہ باطل جانتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ خدا ایسا نہین چاہ سکتا اور موصل الی المطلوب کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ تمام امور طرز مضمون روایت سے ظاہر ہوتے ہین۔

پھر مصنف یہ کہتے ہین کہ ائمہ اپنے اصحاب کو ہمیشہ جھوٹے

---

[۱] دیکھو جلد ثانی روشنی صفحہ ۵۹۔

وعدون مین ببلا ببلا کر رکا کرتے تھے ورنہ وہ تو ہر وقت مرتد ہوجانے کو تیار رہتے تھے"

اور اپنے اس دعوی کی سند کے لیے ایک روایت کتاب کافی سے نقل کرتے ہین جس مین یقطین اور اُسکے بیٹے علی سے گفتگو ہوئی ہی اور یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ یقطین خلفاء عباسیہ کا طرفدار تھا اور اپنے کو اُسی فریق مین شامل کرتا تھا اور اُس کا بیٹا علی بن یقطین مخلصین شیعہ اور اصحاب ائمہ سے تھا علی بن یقطین نے کہا کہ ائمہ شیعون کے خوش کرنے کو اُنسے کہہ دیا کرتے ہین کہ تمہارے کامیابی کا وقت قریب ہی اگر ایسا نہ کرین تو سب مرتد ہوجائین" وہ روایت علی ابن یقطین سے مع ترجمہ مصنف یہ ہی۔

قال لی ابوالحسن علیہ السلام الشیعۃ تربی بالامانی منذ مائتی سنۃ قال یقطین لابنہ علی بن یقطین ما بالنا قیل لنا فکان وقیل لکم فلم یکن فقال لہ علی ان الذی کان	"امام موسی کاظم علیہ السلام نے مجھسے فرمایا تھا کہ شیعے شادکام ہونگے اپنی آرزوون مین سنہ دوسو سے یقطین نے اپنے بیٹے علی بن یقطین سے کہا کہ یہ کیا وجہ ہی کہ جو ہمارے لیے خبر

من مخرج واحد غیران امرکم حضرو اعطیتم محضنه فکان کما قیل وان امرنا لم یحضر فعللنا بالامانی فلو قیل لنا ان هذا الامر لا یکون الا الی مائتی سنة او ثلثمائة سنة لقست القلوب ولرجع عامة الناس عن الاسلام ولکن قالوا ما اسرعہ وما اقربہ تا لفا لقلوب الناس وتقریبا للفرج"

عباسیہ کے لیے) کہا جاتا ہی وہ تو پورا ہو جاتا ہی اور جو تمہارے لیے (یعنے شیعون کے لیے) کہا جاتا ہی وہ پورا نہین ہوتا تو علی نے کہا کہ جو ہمارے لیے کہا گیا ہی اور جو تمہارے لیے کہا گیا ہی سب کا مخرج ایک ہی (یعنے سب خبرین ائمہ نے بیان کی ہین) مگر یہ ہی کہ تمہارا وقت آگیا ہی اس لیے جو خبر دیجاتی ہی وہ واقع ہوجاتی ہی اور بیشک ہمارے کام کا وقت نہین ہی تو ہمکو بہلا گیا آرزوؤن مین اگر ہمسے کہا جاتا کہ یہ امر (یعنی خروج مہدی اور کامیابی شیعہ) نہ ہوگا مگر دو سو برس تک یا تین سو برس تک تو البتہ سخت ہوجاتے دل اور پھر جاتے اسلام سے سب لوگ۔ اور لیکن ائمہ نے کہدیا کہ بہت جلد ہی وہ وقت اور بہت قریب ہی وہ وقت لوگون کی تالیف قلوب کے۔ لیے اور خوشی قریب بتا دینے کے لیے "

اخیر مین مصنف یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "وہ ائمہ مصلحۃً جھوٹی خوشخبریان سنا سنا کر اپنے اصحاب کو بہلایا کرتے تھے اگر ائمہ ایسا نہ کرتے تو لوگ دین اسلام سے بھی پھر جاتے"۔

افسوس ہی کہ مصنف نے منشاء روایت کو متغیر کیا ہی اور اُسی خیال سے کچھ الفاظ روایت کا ترجمہ برعایت اپنے مذاق کے جمایا ہی جس کی کیفیت اُس وقت ظاہر ہو جائیگی کہ جب بنظر منشاء روایت کے ہم حقیقت اُس کی ظاہر کرین گے۔

اس روایت ارشاد امام علیہ السلام صرف اسقدر ہی "الشیعۃ تربی بالامانی منذ مائتی سنۃ" جس کا ترجمہ مصنف نے یہ کیا ہی کہ "وہ شیعہ شادکام ہونگے اپنی آرزوؤن مین سنہ دو سو سے"۔

ارشاد امام مین جو لفظ "تربی" منقول ہوا ہی اُس کی شان کتابت تین احتمال رکھتی کہ حرف تیسرا اُس کلمہ کا حرف باء ہی یا فاء یا نون یعنی تربی یا ترفی یا ترنی۔ بحالت تربی ہونے کے معنی یہ ہونگے۔ شیعہ نشو و نما اور پرورش پاتے ہین تمنا آرزوؤن کے دو سو برس سے اور بحالت ترفی ہونے کے

یہ معنی ہونگے کہ شیعہ خوشحال اور ساز وار رہتے ہیں دو سو برس سے اپنی آرزوؤں میں - اور بحالت ترنی ہونے کے یہ معنی ہونگے کہ شیعہ پیوستہ نگران رہتے ہیں ساتھ اپنی آرزوؤنکے دو سو برس سے -

ملا قزوینی نے اپنی شرح مین اس کلمہ کو "بالنون" بیان کیا ہی اور مین بھی جہان تک خیال کرتا ہون وہ کلمہ بالنون صیغہ مضارع کا ہی اور اس حالت مین امام کے ارشاد کے یہ معنی ہوتے ہین کہ "شیعہ ساتھ اپنی آرزوون کے نگران دو سو برس سے چلے آتے ہین -

ارشاد امام علیہ السلام مین جو لفظ "منذ" آیا ہی وہ اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ امام نے زمانہ گذشتہ او بحال کی خبر دی ہی اس لیے کہ یہ لفظ متعلق زمانہ ماضی او رحال کے زبان عرب مین آتا ہی لہذا ارشاد امام علیہ السلام کا تعلق زمانہ مستقبل سے نہین ہو سکتا جیسا کہ مصنف معترض نے نکتہ چینی کے لیے قرار دیا ہی اور جب ارشاد امام کا خبر آئندہ سے متعلق نہین ہو سکتا تو یہ اعتراض مصنف کا کہ "ائمہ اپنے اصحاب کو جھوٹے وعدو نہین بہلا بہلا کر رد کا کرتے تھے ورنہ وہ تو

ہر وقت مرتد ہو جانیکو تیار تہے" بالکل غلط ہی۔

اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ وقت وفات پیغمبر سے شیعون کی برابر آرزو رہی کہ بوجہ امامت کے خلافت علی مرتضیٰ اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے ہاتھہ مین ہو اور اسی آرزو کے پورا ہونے کا اُن کو انتظار تہا جس کو آخر زمانہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مین دو سو برس کے قریب گذر چلے تہے ایسی حالت مین جو امام علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ "وہ شیعہ اپنی آرزوون کے ساتھہ دو سو برس سے نگران چلے آتے ہین" تو کون امر اس مین جہوٹ ہی اور کون اعتراض مصنف کا اُس پر وارد ہوسکتا ہی؟۔

اب مین یہ بہی کہتا ہون کہ جو کلمہ محتمل متعدد لغت کا بسبب کتابت کے کلام امام مین سمجہا جاتا ہی وہ کلمہ کسی لغت اور کسی معنی مین سمجہا جائے چاہو اُس کو یون سمجہو کہ "وہ شیعہ نگران چلے آتے ہین" خواہ یون سمجہو کہ "وہ شیعہ نشو و نما اور پرورش پاتے ہین" خواہ یون سمجہو کہ "وہ خوشحال اور سازوار چلے آتے ہین ساتھہ اپنی آرزوون کے دو برس سے" کسی معنی مین ارشاد امام علیہ السلام کی نسبت کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا۔

باقی رہا بیان علی بن یقطین کا جو اُنہون نے اپنے باپ کے جواب مین کہا ہی اُس بیان مین بہی کوئی امر ایسا نہین ہی کہ جو قابل اعتراض کے ہو وہ بیان نہایت سچائی سے صاف صاف ہی۔

مگر مصنف نے ایک جگہ ترجمہ مین خط ہلالی کر کے جو ظاہر کیا ہی کہ "(خروج مہدی اور کامیابی شیعہ)" تو لفظ خروج مہدی کی تشریح بالکل غلط ہی اس لیے کہ اس روایت مین حضرت امام مہدیؑ کے ذکر کا کوئی تعلق نہین ہی۔ اور مصنف نے جیسے کہ یہ شرح غلط کی ہی ویسے ہی ترجمہ مین یہ الفاظ صحیح نہین مین ("ہمکو بہلایا گیا آرزوون مین") یہ ترجمہ کیا ہی "فعللنا بالامانی" کا۔ اسمین فعللنا کا ترجمہ "بہلایا گیا" کیا ہی بجاے اُس کے یہ ترجمہ ہونا چاہیے تہا کہ "ہمکو امیدوار رکھا گیا آرزوون مین" یا ہمکو تسلی اور تشفی اور اطمینان دلایا گیا آرزوئن مین" اس لیے کہ تعلیل کے معنی مشغول کرنا کسی طعام مین اور مانند اُس کے اور علل کے معنی پلانا شربت بعد شربت کے ہی۔

اور "تقربها للفرج" کا جو یہ ترجمہ کیا گیا ہی "اور خوشی

قریب بتا دینے کے لیے" وہ صحیح نہین ہی بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہی کہ "وہ از روے تقریب خوشی کے" حاصل کلام علی ابن یقطین کا یہ ہی کہ ہمارے اور تمہارے لیے جو کچھ کہا گیا ہی اُس کا مخرج ایک ہی ہی چونکہ تمہارا امر موجود ہی تمہارے لیے جو کچھ کہا جاتا ہی وہ اُسی وقت ظاہر ہوجاتا ہی اور ہمارا امر حاضر نہین ہی ہم اپنی آرزوون کے ساتھ نگران یا خوشحال یا پرورش پاتے رہتے ہین اگر ہمارے لیے یہ کہا جاتا کہ یہ امر دوسو یا تین سو برس مین ہوگا تو ہر آئنہ سخت ہوجاتے دل ہمارے اور پھر جاتے عام لوگ اسلام سے۔ لیکن کہا گیا از روے تالیف قلوب لوگون کے اور بہ تقریب خوشی کے کہ بہت جلد آتا ہی وہ وقت اور نزدیک ہی۔

جب اس صحیح ترجمہ کے ساتھہ مراد بیان علی ابن یقطین کی سمجھی جائیگی تو اُس پر کوئی نکتہ چینی نہین ہوسکتی اور منشاء بیان علی ابن یقطین کا جو تغیر کرکے مصنف نے دکھایا ہی وہ تغیر برقرار نہین رہ سکتا۔

علی بن یقطین کے کلام سے جو یہ بات مستنبط ہوتی ہی کہ جو امر دو سو تین سو برس کے بعد ہونے والا تھا اُس کو قریب

آنے والا بیان کیا گیا ایسا امر مبنی مصلحت پر ہوتا ہی اور جس کو جھوٹ نہین کہا جا سکتا قرآن مین خدا نے قیامت کو جا بجا فرمایا ہی کہ "وہ جلد آنے والی ہی" لیکن ابتک کہ تیرہ سو برس ہوگئے نہین آئی تو کیا یہ سمجھا جا سکتا ہی کہ خدا نے دیر مین آنیوالی چیز کو جو جلد آنے والا بیان کیا وہ جھوٹ ہی؟

نہین علم الٰہی مین یا جن لوگونکا علم ماخوذ ہی علم الٰہی سے اُنکے نزدیک وہ زمانہ کہ جس کو لوگ بعید سمجھتے ہین نزدیک ہوتا ہی۔ اور بعض موقع پر مصلحت یہ بھی ہوتی ہی کہ جو زمانہ عام لوگون کے نزدیک بعید ہو اُسکو خدا یا خاص بندگان خدا قریب ظاہر کرین ائمہ کا اُسی علم الٰہی سے تھا جو قرآن مین ہی۔ خدا نے لوگون کو خوف دلانے کے لیے کہ ایمان لے آئین یا ایمان پر قائم رہین قیامت کا آنا قریب بیان فرمایا حالانکہ مخلوق کے نزدیک اُسکا زمانہ بہت دور ہی۔

ائمہ نے بتقلید اُسی مصلحت کے کہ لوگ رحمت خدا سے نا اُمید نہ ہو جائین شیعون کی آرزو پوری ہونے کے زمانہ کو قریب فرمایا ہی کہ جو دو سو یا تین سو برس کے بعد ہونے والا تھا اور وہ بھی عوام الناس کے لیے نہ کہ خاص لوگون کے لیے

اور انہین عوام الناس کے لیے علی بن یقطین نے یہ ظاہر کیا ہی
کہ ورنہ انکے دل سخت ہو جاتے اور وہ اسلام سے پھر جاتے "
مصنف جو اس بیان کا انطباق کل شیعون پر کرتے ہین یہ
خلاف منشاء اس بیان کے ہو۔ ائمہ جو تالیف قلوب عوام الناس
کی کرتے رہے اور انکا امیدین دلاتے رہے یہ وہی طریقہ تہا جس
پر ان کے جد رسول چلتے رہے ہین اور انہین کے قدم بقدم
ائمہ چلے ہین اور پیغمبر نے جو طریقہ تالیف قلوب اور امید دلانے
کا اختیار فرمایا تہا وہ ایسا طریقہ ہی کہ جس کا ذکر قرآن شریف
مین موجود ہی۔

آیت

" وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا "[۱]	ترجمہ " وعدہ کیا ہی تمکو خدا نے (اے امت محمد ص) غنیمتون بہت

کا لوگے تم انکو "

آیت

" سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوھا[۲]	ترجمہ " قریب ہی کہ کہین پیچھے رہجانے والے جسوقت چلو تم طرف غنیمتون

[۱] سورہ فتح رکوع ۱۱ سپارہ ۲۶۔ [۲] پارہ ۲۶ سورۃ الفتح رکوع دو

ذر ونا نتبعکم ؎	کے تا کہ لو تم اُنکو ۔ چھوڑ دو تم

ہمکو کہ پیروی کریں ہم تمہاری ؎

آیت

۲۰ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمولفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ؎	ترجمہ ۲۲ سوا اس کے نہین ہی کہ صدقات واسطے فقرا کے ہین اور مساکین کے اور عاملین (کام تحصیل کا کرنے والے) کے اور واسطے مولفۃ القلوب کے (وہ لوگ کہ اُلفت دیے گئے

دل اُنکے خواہ وہ ضعیف الاسلام ہون خواہ ضعیف الایمان خواہ وہ مطیع الاسلام ہون اور ہنوز اسلام اُنہون نے قبول نہ کیا ہو تا کہ ہر قسم کے لوگ دین اسلام سے اُلفت پکڑین اور مسلمانون کی مدد کرین) اور واسطے چھوڑانے گردنون کے (واسطے آزادی غلامون کے) اور واسطے قرضدارون کے اور واسطے صرف کرنے راہ خدا کے اور واسطے صرف مسافرون کے فرض ہی خدا کی طرف سے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہی ؎

سلہ پارہ دس رکوع ۱۳ ۔ سورۃ التوبۃ ۔

خدانے جو اپنے آپکو اسجگہہ جاننے والا اور حکمت فرمایا ہی اُسمین سے ظاہر ہوتا ہی کہ مولفۃ القلوب اور دیگر مسلمانون کے ساتھ جو ایک ہی برتاؤ فرض کیا گیا وہ امر خالی دانائی اور حکمت سے نہین ہی۔

اسمین کچہہ شبہہ نہین ہو سکتا ہی کہ خدا اور اُس کا رسول لوگون سے وعدہ فتح اور غنیمت کرتا رہا اور امیدین اُنکی دلاتا رہا [illegible] پیغمبر نے یہانتک کیا ہی کہ آئندہ کے لیے [illegible] اور ایران کی دیکر لوگونکو امیدین دلائی تہین اور خدا نے [illegible] اور جنت کے بہی وعدے کیے ہین اور امیدین دلائی ہین۔

خدا اور رسول لوگون سے جیسے وعدے ہمیشہ کرتے رہے اور امیدین دلاتے رہے کہ جو خالی مصلحت سے نہ تہا ویسے ائمہ لوگون کو مصلحتاً امیدین دلاتے رہے اور جو مصلحتین خدا اور رسول کے امید دلانے مین تہین وہی مصلحت ائمہ کے امید دلانے مین تہی خدا اور اُسکا رسول خوشخبریان جو لوگون کو سنایا کرتے تہے جیسے اُسپر نکتہ چینی نہین ہو سکتی ویسے ہی ائمہ کی خوشخبریان قابل نکتہ چینی کے نہین ہو سکتین۔

انسان کی فطرت یا عادت مین یہ امر داخل ہی کہ بغیر کسی امید

کے کوئی کام نہین کرتا چنانچہ بعد وفات پیغمبرؐ کے امر خلافت کے متعلق جو واقعات پیش آئے وہ اچھی طرح سے دکھاتے ہین کہ خلفائے غیر اہلبیت رسالت اپنے مسلمان ہونے کے وقت امید خلافت رکھتے تھے اور سرا اُنکے طمع خلافت سے خالی نہ تھے۔ اور انہین وجوہ سے ضرب المثل ہوگیا ہی کہ "دنیا بامید قائم"

مصنف اس طریقہ ائمہؑ کی نسبت جو مطابق طریقہ خدا اور رسولؐ کے تہا یہ کہتے ہین کہ "ائمہ کی یہ حکمت عملی جناب امیرؑ کے وقت سے جاری تہی کہ شیعونکو ارتداد سے روکنے کے لیے کہدیا کرتے تہے کہ مہدیؑ بہت جلد آنے والے ہین بلکہ اُسکا وقت بہی مقرر کردیا کرتے تہے چنانچہ سنہ ستر جناب امیرؑ نے مقرر کیے تہے" اور اپنے دعوی کی سند کے لیے علامہ طوسی کی کتاب غیبت سے ایک روایت نقل کرتے ہین۔

"عن ابی حمزۃ الثمالی قال قلت لابی جعفر علیہ السلام ان علیا کان یقول الی سبعین بلاء وکان یقول بعد البلاء رخاء وقد مضت السبعون	ترجمہ "جو مصنف نے کیا ہی" "ابی حمزہ ثمالی سے روایت ہی وہ کہتا ہی مین نے ابوجعفر علیہ السلام سے پوچہا کہ علی علیہ السلام فرماتے تہے کہ بلا کے بعد آسانی ہی اور

ولم نر رخاء " سنہ ستر گذر گئے اور ہم نے
آسانی نہ دیکھی "

مصنف نے جہان ترجمہ آسانی کا کیا ہی وہان سُستی کا ہونا چاہیے اور واضح ہو کہ ملا قزوینی نے صافی شرح کافی مین ہی یہ روایت نقل کی ہے۔ (دیکھو باب کراہۃ التوقیت)

ارشاد علی مرتضیٰؑ مین اظہار کوئی لفظ ایسا نہین پایا جاتا کہ جس سے تعلق امر خلافت یا ظہور مہدئی سے ہو۔ اُنکے ارشاد کے معنی یہی ہین کہ وہ ستر برس تک امتحان اور آزمائش ہی اور بعد اُسکے سُستی "

مین جہانتک خیال کرتا ہون علی مرتضیٰؑ نے اپنے ارشاد مین انسانی حالت کو ارشاد فرمایا ہی کہ انسان کی عمر ستر برس تک امتحان اور آزمائش مین گذر جاتی ہی اور اُس کو بعد زمانہ سُستی کا شروع ہوتا ہی۔

اور اگر اُس کے معنی یہی لیے جائین کہ وہ متعلق خلافت اور سلطنت کے ہی (واضح ہو کہ امر ظہور مہدئی سے کسی طرح اُسکا تعلق نہین ہو سکتا) توبھی حقیقت اُس کی اسقدر ہی کہ اپنے زمانہ

خلافت مین علی مرتضیٰ نے بنظر حالت زمانہ کے سمجھ لیا تھا کہ سنہ ستر تک امر خلافت کے لیے میرے فرزند بنی فاطمہ ایسی کوشش کرینگے کہ جو زمانہ بلا اور آزمائش کا سمجھا جائیگا اور بعد اُسکے دیگر ائمہ اہلبیتؑ کو زمانہ ایسا سست اور کمزور کردیگا کہ ویسی کوشش نہ کرنے پر مجبور رہونگے اور انکا زمانہ سستی کا سمجھا جائیگا۔

علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد بطور پیشین گوئی کے ہی اور جس مین تعداد زمانہ بطور اندازہ کے سمجھا جا سکتا ہی۔

یہ پیشین گوئی علی مرتضیٰ کی اگر متعلق امر خلافت کے ہی تو جیسا کہ اُنہون نے حالت موجودہ اپنے زمانہ پر نظر کرکے پیشین گوئی فرمائی تھی اُسکے واقعات آئندہ زمانہ نے ویسے ہی اُسکی تصدیق کی اُنکو خود بہت کم امید تھی کہ خلافت ائمہ اہلبیت کے ہاتھ مین آئے چنانچہ ایک موقع پر خود اُنہون نے فرمایا ہی کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہتی ہی بہت کم ایسا ہوتا ہی کہ پھر ہاتھ مین آئے [1]

پھر مصنف یہ کہتے ہین کہ وہ سنہ ستر کے گذر جانے کے بعد شیعو سے یون بات بنادی گئی کہ حسینؑ کے قتل کی وجہ سے اللہ ناراض ہوگیا اسلیے ہمنے اپنی رائے بدل دی ''

[1] دیکھو جلد اول روشنی بابت فروری ۱۹۰۴ء۔

جس مضمون کا مصنف نے اس موقع پر اعادہ کیا ہے اُس پر بحث
حدیث نمبر سات جلد اول مین ہو چکی ہے۔

جس زمانہ مین حضرت امام حسین نے کوشش خلافت کے قبضہ
مین آنے کی کی تھی وہ بیشک ایسا وقت تھا کہ ہر مسلمان یقین کر سکتا
تھا کہ بمقابلہ حسین ابن علی پیارے نواسے رسول خدا کے یزید کی
اطاعت کوئی نہین کریگا اور تمام مسلمان حسین ابن علی کو خلیفہ وقت
قبول کر لینگے لیکن اتفاق زمانہ نے صورت دگرگون دکھائی اور خود
مسلمانون نے خلاف توقع اُنکو قتل کر ڈالا۔

جس شخص کے دل مین ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ قبول کریگا
کہ وہ حسین کے قتل کی وجہ سے اللہ مسلمانون سے ناراض ہو گیا
اور امید خلافت کو خاندان رسالت مین آنے کے لیے درنگ کر دیا۔

پھر مصنف لکھتے ہین کہ وہ سنہ ستر کا وقت ملتوی کر کے سنہ
ایکسو چالیس مقرر کر دیے جب سنہ ایکسو چالیس آگئے تو وہ امام
جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ تھا پھر شیعون مین ارتداد کے مادہ
نے جوش کیا آخر امام کو کہنا پڑا کہ وہ اللہ نے مجھی کو مہدی مقرر کیا
تھا مگر اب یہ وقت بھی ٹال دیا"

اور اپنے سخن کی تائید کے لیے علامہ طوسی کی کتاب غیبۃ سے

ایک روایت نقل کرتے ہیں جو صافی شرح کافی میں ہی لی گئی ہو مع ترجمہ مصنف ذیل میں نقل کیجاتی ہو۔

"عن عثمان بن النوا قال سمعت ابا عبد الله علیہ السلام یقول کان ہذا الامر فی فاخرہ الله ویفعل الله بعد فی ذریتی ما یشاء"	ترجمہ "عثمان بن النوا سے روایت ہو وہ کہتا ہو کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ امر (یعنی مہدی ہونا) میری ذات میں تھا مگر اللہ

نے اسکو ٹالدیا اب اللہ میری اولاد میں جو چاہے گا وہ کریگا"

مصنف اس پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ "یہ مشکلات ائمہ کو اسوجہ سے پیش آتی تھیں کہ اگر اسطرح جھوٹی خوشخبریاں نہ سناتے تو اُنکے اصحاب فوراً مرتد ہو جاتے"

اس ترجمہ میں جو مصنف نے خط ہلالی کے اندر (یعنی مہدی ہونا) لکھا ہو وہ مصنف کیطرف سے ہو اور "ہذا الامر" کی وہ شرح کسیطرح سے نہیں ہو سکتی بلکہ "ہذا الامر" سے مراد "امر خلافت ہی" اور ایسے ہی جو ترجمہ میں مصنف نے لکھا ہو کہ "اللہ نے اسکو ٹالدیا" اُسکی جگہ صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہیے کہ "اللہ نے اسمیں تاخیر اور درنگ کی"

سنہ ستر مین امر خلافت اہلبیت رسالت مین درنگ ہونیکے
بعد جو سنہ ایکسو چالیس کا ذکر کیا گیا ہی وہ مضمون اُسی روایت کا
ہی جسپر بحث حدیث نمبرے جلد اول روشنی مین کی گیی ہی اور جس مین
امام محمد باقرؑ سے یہ منقول ہی کہ "وہ تہا وقت اس امر کا سنہ ستر مین
اور بوجہ قتل حسینؑ کے درنگ ہوی اُسمین ایک سو چالیس ۱۴۰ برس
تک "

اُس روایت کا منشاء یہ ہی کہ اہل بیت رسالت مین خلافت کے
آنے کا وقت سنہ ستہ تہا کہ پہلے اُس زمانہ سے کوشش امام حسینؑ نے
کی تہی پھر ایکسو چالیس سنہ تک تاخیر ہوئی کہ جو اختتام خلافت بنی امیہ کا تہا اور ائمہ اہلبیت
علیہم السلام کو اُس وقت امید تہی کہ خلافت اُنکے ہاتھ مین آئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے جو یہ مضمون ارشاد فرمایا ہی باعتبار
واقعات گذشتہ کے ہی نہ بہ پیشین گوئی آئندہ چنانچہ یہ کل زمانہ تقریباً
ارشاد امام سے پہلے گذر چکا تہا اور اسی روایت مین ارشاد امام
صاف موجود ہی کہ بعد اُس کے خدا نے کوئی وقت ہمارے پاس
نہین گردانا - یعنی حالت زمانہ نے کوئی ایسا تغیر نہین کیا جس سے
کوئی اندازہ اپنے ہاتہہ مین آنے کا کرسکین -

ایسے ہی اس ارشاد امام علیہ السلام سے یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ

وہ شیعو نمین کسی مادۂ ارتداد نے جوش کیا تھا یا اُسکے رفع کے واسطے ائمہ کو ایسی خوشخبریونکی ضرورت پیش آتی تھی"

مصنف خود قبول کرتے ہین کہ وہ جب سنہ ایکسو چالیس آ گئے تو زمانہ امام جعفر صادق ؑ کا تھا"

تمام اہل خبر اور تاریخ دان یقین کر سکتے ہین کہ امر خلافت اہلبیت رسالت مین آنیکی امید قطعی کا ایک تو وہی وقت تھا کہ جب امام حسین ؑ نے اپنے لیے کوشش فرمائی تھی دوسرا وقت تقریبًا سنہ ایک سو چالیس کا تھا۔

اہل خبر اور تاریخ دان اُسوقت پر بھی یہی یقین کر سکتے ہین کہ وہ وقت بھی ایسا ہی تھا کہ امر خلافت اہلبیت رسالت مین قرار پا جاے جسکی شان یہ تھی کہ خلافت خاندان بنی امیہ کی تباہ کی گئی تھی اور اُسکی تباہی کے لیے یہ فکر ہوئی تھی کہ بنی امیہ کے ظلم وستم اور تخریب اہلبیت رسالت کا الزام ظاہر کر کے ملک کو بنی امیہ سے برگشتہ کیا جاے امام اہلبیت کو امید قطعی تھی کہ اول خلیفہ بنی عباس جو خلافت بنی امیہ کے مقابلہ مین کھڑا ہوا تھا بجاے اسکے کہ خلافت کو اپنے ہاتھ مین لے امام اہلبیت کے حوالہ کریگا۔

بنی عباس سے کہ جو بنی فاطمہ کے بنی اعمام تھے ایسی امید

بہت نزدیک تہی لیکن حرص خلافت اور طمع سلطنت ایک ایسی چیز ہی کہ جسنے پہلے خلفاء کو بہی راہ مستقیم سے ڈگا دیا تہا اُنکو بہی گمراہ کر دیا اور اسی واقعہ گذشتہ نے امام جعفر صادق ع سے اس روایت مین جسکو مصنف اسجگہ نقل کرتے ہین یہ کہلوایا ہی کہ "وہ تہا یہ امر (امر خلافت) میرے حق مین مگر آخیر کی اُس مین اللہ نے اور کریگا اللہ پہر میری ذریت مین جو چاہے گا"

یہ ایک محاورہ یعنی اُن لوگون کا ہی جو خدا کے فاعل حقیقی ہونے پر اعتقاد رکہتے ہین اور جو اقتباس کیا گیا ہی قرآن سے "یفعل ما یشاء" کرتا ہی خدا جو چاہتا ہی۔

اور جب امام نے امر خلافت کو بغیر کسی زمانہ آئندہ کے محدود کیے یہ فرمایا کہ "وہ امر خلافت میری ذریت مین ہوگا تو اُس کلام سے یہ نتیجہ کسیطرح سے پیدا نہین ہو سکتا کہ وہ شیعون کا ارتداد جوش مین آتا تہا" اور اُسوجہ سے ائمہ کو ایسی مشکل پیش آتی تہی کہ جہوٹی خوشخبریان بخوف ارتداد اصحاب کے سناتے ہون بلکہ جب امام نے بنظر واقعات گذشتہ کے امر خلافت کو اہلبیت رسالت مین مین نہ آنا ظاہر فرمایا ہی تو خلاف اُس نتیجہ کے جو مصنف نکالتے ہین یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ وہ نہ شیعون کا ارتداد جوش مین آتا تہا اور نہ

اُنکو جھوٹی خوشخبریان سنائی جاتی تھین " وہ جو کچھ فرماتے تھے حالت زمانہ اُنکی زبان سے نکلواتی تھی ۔

جو نتیجہ مصنف نکالنے چاہتے ہین اُسکے لیے کوئی لفظ بھی اس روایت مین دلالت کرنے والا نہین ہی نہ منشا ء روایت اُس کی تائید کرتا ہی ۔

ہم یہ تو نہین کہہ سکتے کہ مصنف مخاطب مین قابلیت سمجھنے کلام ائمہ معصومین کی نہین ہی مگر یہ ضرور کہین گے کہ اُنکے دل مین کوئی ایسی چیز ہی کہ جو اُنکو منشاء کلام ائمہ اہلبیتؑ کے متغیر کرنے پر برانگیختہ کرتی ہی جیسا کہ پہلے لوگون نے امر خلافت کو اُسکے مرکز سے متغیر کر دیا ۔

بعد تباہ ہونے خلافت بنی امیہ کے جب امر خلافت اہلبیتؑ رسالت کے ہاتھہ مین نہ آیا اور بنی عباس کی خلافت کو عہد امام جعفر صادق علیہ السلام مین تقویت ہوگئی تو امام کو بیشک مایوسی کا وقت تھا کہ اُنکے ہاتھہ مین خلافت آسے اور اسی مایوسی مین اُنھون نے فرمایا ہی کہ " میرے ہاتھہ مین تو نہ آئی خدا چاہے گا تو میری ذریت مین آئیگی " اور خلافت فاطمیئین نے جو مصر مین ہوئی اور خلافت خاندان صفویہ نے جو سادات موسوی تھے

اور جنہون نے کئی سو برس تک ایران مین بادشاہت کی - امام علیہ السلام کے ارشاد کی صداقت دکہا دی -

اس روایت مین شیعون کے واسطے کوئی کلمہ اُنکی خوشحالی کے لیے نہین ہی اکہ جو کچہ ہی وہ ذریت رسولؐ کے لیے ہی - ایسی حالت مین مصنف مخاطب کا یہ نتیجہ قطعی غلط ہی کہ وہ شیعون کے ارتداد کو جوش ہوتا تہا اور ائمہ باندیشہ ارتداد اپنے اصحاب کے یہ جہوٹی خوشخبریان سناتے تہے "

اور اگر شیعون کے واسطے بہی کوئی امید ذریت رسولؐ کے ساتہ میں سمجہی جائے تو وہ امید دلانا اُسی قسم کا ہی کہ جیسے رسولؐ اپنے اصحاب کو امیدین فتح اور غنیمت کی دلاتے تہے بموجب خدا کے - اور خدا اُن لوگون کو امید مغفرت اور جنت کی بہی دلاتا تہا اگر وہ امید دلانی ارتداد کے خوف سے تہین تو ائمہ کا امید دلانا بہی باندیشہ ارتداد صحابہ کے تہا - اور نہین تو نہین -

مصنف اسی سلسلہ مین اپنے طعن مین امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بہی شامل کرتے ہین کہ وہ امام علیہ السلام نے اپنی قدیمی حکمت عملی کے مطابق سنہ دو سو مقرر کر دیے تہے اور چاہا تہا کہ اسی تدبیر سے اپنے گروہ کے فساد کو روکین مگر شیعون کو اُنکے قول کا یقین نہوا

اور جو مادہ اُنکی طینت مین تہا وہ اسیطرح جوش کرتا رہا آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ سنہ ایکسو تراسی مین شیعون پر اسد کا غضب نازل ہونیوالا تہا امام موسی کاظمؑ نے اپنی جان فدیہ مین دیکر دنیا وی عذاب سے اُنکو بچایا؛؛

امام موسی کاظم علیہ السلام نے ہرگز سنہ دوسوکسی کامیابی کے لیے یا کسی امید دلانیکے لیے مقرر نہین کیے بلکہ باعتبار زمانہ گذشتہ صرف یہ فرمایا ہی کہ دوسو برس سے شیعہ اپنی آرزوون کے نگران چلے آتے ہین جسکی حقیقت ابہی مین دکہا آیا ہون۔ اور نہ امامؑ نے یہ چاہا ہی کہ اسی تدبیر سے اپنے گروہ کے فساد کو روکین یا شیعونکو انکے قول کا یقین نہوا یا کوئی مادہ اُنکی طینت مین تہا کہ جو جوش کرتا رہا اور سنہ ایکسو تراسی مین اُنپر غضب نازل ہونے والا تہا۔

اس موقع پر مصنف نے کوئی تازہ سند اپنے بیان کی تائید کے لیے ظاہر نہین کی بلکہ مصنف نے جو نشان دیا ہی وہ وہی مضمون ہی جسپر پرچہ نمبر ۶ جلد اول مین بحث ہوئی ہی اور اُس روایت مین صرف اسقدر وارد ہوا ہی کہ اللہ غضبناک ہوا شیعون پر اور مجکو مخیر کیا کہ اپنی جان بچاؤن یا اُنکو بس بچایا

مین نے اُنکو قسم خدا کی بدلے نفس اپنے کے“

اس روایت کی حقیقت ہم اُسی موقع پر دکہا آئے ہین کہ اُسوقت زمانہ کی حالت یہ تہی کہ امام اہلبیت کو چہوڑکر لوگ خلافت ناجائز کیطرف ڈہلے جاتے تہے اور یہی غضب خدا کا اُنپر نازل ہونیوالا تہا۔

امام علیہ السلام اُسوقت ہدایت کے لیے مستعد ہوے اور وہ ہدایت درحقیقت مخالفت خلافت کی تہی اور اُسوقت خلیفہ وقت نے امام علیہ السلام کی جان لی لی۔ پس یہ معنی ہین ارشاد امام علیہ السلام کے کہ ”وہ شیعونپر غضب خدا کا نازل ہونے والا تہا“ کہ وہ خلافت ناحق کیطرف پہرنیوالے تہے۔

اور امام علیہ السلام کو یہ اختیار تہا کہ اپنی جان کو جوکہوں مین نہ ڈالین اور لوگونکو برگشتہ ہونیدین یا اپنی جان دیدین کہ امر حق کی ہدایت کا نتیجہ جان کا جانا تہا اور ہدایت امر حق کرکے برگشتہ ہونیوالے لوگونکو بچائین لیکن امام علیہ السلام نے اُنکو گمراہی سے بچایا جسمین امامؑ کی جان جاتی رہی۔

اس روایت مین نہ تعین کسی زمانہ کا خلافت کے لیے اہلبیت رسالت مین ہے نہ اُنکے لیے امر خلافت کی کوئی خوشخبری

ہی البتہ جو لوگ خلافت ناحق کو حق قرار دینا چاہتے تہے اُس امر سے اُنکو امام علیہ السلام نے اپنی جان دیکر روکا ہی۔

اور امام سے دوسری روایت مین جو ذکر مدت دو سو برس سے شیعونکے آرزومند ہونیکا منقول ہی وہ صریح متعلق زمانۂ ماضیہ کے ہی اور اُس سے پہلے امام محمد باقرؑ سے جو ذکر سنہ سترّ اور ایکسو چالیس کا منقول ہی حقیقت مین وہ بہی بنظر قطعی واقعات گذشتہ اور حالت موجودہ زمانہ کے امر خلافت اہلبیت رسالت مین نہ آنیکا بیان ہی ورنہ اُسی روایت مین امام علیہ السلام سے ہرگز یہ منقول نہوتا کہ ”وہ نہین گردانا اللہ نے واسطے اُسکے بعد اُسکے کوئی وقت ہمارے پاس“ جس سے یہ مقصود ہی کہ امر خلافت اہلبیت رسالت کے ہاتہ مین کب آئیگا کوئی وقت ہمارے پاس نہین ہی اور اُسوقت یہ آیت تلاوت فرمائی ہی۔

آیت

”یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہٗ ام الکتاب“	ترجمہ ”محو کرتا ہی اللہ جو کچہ چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور اُسکے پاس ام الکتاب ہی“۔

جس سے صاف منشاء امام کا یہ ہی کہ "آئندہ کے لیے کوئی مدت اور وقت بتانیکو ہمارے پاس نہین ہی خدا جو چاہتا ہی سو کرتا ہی اور اسیکی پاس علم ہی"

اگر امام علیہ السلام نے پہلے مدت ستر برس اور ایکسو چالیس برس آئندہ کے لیے مقرر کی ہوتی تو اسوقت بہی آئندہ کے لیے کوئی مدت یا وقت مقرر فرما دیتے اور کچہہ اسی روایت پر موقوف نہین ہی امر خلافت اہلبیت رسالت مین آنیکے وقت بتلانے سے امام زمانہ صاف انکار کرتے رہے ہین کہ ہم اہلبیت کوئی وقت نہین بتا سکتے اور فرمایا ہی کہ "اس امر کے لیے غایت ہی کہ انتہا اُسکی ہوگی اور جب ہو چُکینگے لوگ اُسکو نہ تقدیم کرین گے وہ ایک ساعت کی اور نہ تاخیر"

چنانچہ اُسی قسم کی حدیثون سے اندیشہ ناک ہو کر بعض احادیث پر مصنف مخاطب اس پہلو سے بحث کرتے ہین کہ "ائمہ جانتے تہے کہ یہ جہوٹی خبرین جو شیعونکی تالیف کے لیے بیان کیجاتی ہین ہرگز سچی نہین ہو سکتین اور آخر مین ندامت کا نتیجہ ہی اسلیے وہ کبہی کبہی ایسی باتین بہی کہدیا کرتے تہے کہ جنپہ تاویل کی گنجائش بہی باقی رہے وہ باتین بہی عجیب لطیفہ ہوتی تہین" اور اصول

کافی سے سند لاتے ہین۔

عن الفضل بن یسار عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لھذا الامر وقت فقال کذب الوقاتون کذب الوقاتون کذب الوقاتون"	ترجمہ" (جو مصنف نے کیا ہی) فضل بن یسار امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہی کہ مین نے پوچھا کہ کیا اس امر کے لیے کوئی وقت ہی امام نے نے فرمایا کہ جھوٹ بولا تھا وقت

مقرر کرنیوالونے جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنیوالونے جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنیوالونے"

مصنف نے اس ترجمہ مین لفظ "تھا" غلط ترجمہ کیا ہی۔

اس روایت کی سند لانیکے بعد مصنف یہ فائدہ تحریر کرتے ہین کہ "وقت مقرر کرنیوالے جناب امیرؑ سے لیکر جناب امام باقرؑ تک سب ہی ائمہ تھے اول سنہ ستر پھر ایکسو چالیس انہین سب نے مقرر کیے تھے باینہمہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وقت مقرر کرنیوالونے جھوٹ بولا تھا پس امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سب ائمہ معصومین کو صاف صاف جھوٹا کہدیا"

جس اپنے بیان کے لیے مصنف روایت کو سند لاسے ہین نہ اُس روایت سے اُنکے بیان کی تصدیق ہوتی ہی نہ اُس سے وہ فائدہ مترتب ہوتا ہی کہ جو مصنف نے ظاہر کیا ہی نہ اُس روایت کا کسیطرح ایسا منشا ہو سکتا ہی کہ جو بیان یا فائدہ مترتبہ مصنف کی تائید کرے ـ

البتہ مصنف نے اپنا دلی منشا بے ادبی ائمہ معصومین کے یہ دکھایا ہی کہ ظرف مین جو کچہ ہو غیر ممکن ہی کہ وہ چھلکے نہین ـ اور یہ بہی غیر ممکن ہی کہ وہ اپنے اُس منشأ سوء ادب کا اگرنا روا ہی مزہ نہ چکہین جسکے لیے وقت کوئی نہین بتا سکتا گو مدتکا اندازہ ہر کوئی کر سکتا ہی خواہ مین ہون خواہ خود مصنف ـ

اگرچہ اُن روایات کی نسبت کہ جنمین ذکر مدت منقول ہوا ہی الفاظ اور منشأ اُن روایات سے ظاہر ہی کہ وہ ذکر مدت زمانہ ماضیہ کا ہی لیکن اگر ہم قبول ہی کرلین کہ وہ بیان مدت زمانہ آئندہ کے لیے تہا تو بہی وہ روایات اُن روایات سے کہ جنمین اظہار وقت سے انکار کیا گیا ہی مخالف اور مختلف نہین ہوسکتین باعتبار واقعات گذشتہ اور حالت موجودہ زمانہ کے وہ دماغ جنکو قانون قدرت نے ایسے امور کے لیے وضع کیا ہی کسی امر کے لیے اندازہ کسی مدتکا

کر سکتے ہین لیکن اس امر کا قطعی طور پر ظاہر کرنا کہ کون واقعہ ٹھیک کس وقت پیش آئیگا محال ہے کہ جسکا علم سوا صانع حقیقی کے اور کسیکو نہین ہو سکتا۔

کسی امر آیندہ کی امید دلانیکے لیے کسی مدت کا اندازہ کرنا اور چیز ہے اور کسی واقعہ آیندہ کے وقت کی حکمی خبر دینا کہ وہ امر اسوقت واقع ہوگا اور چیز ہے جن روایتا مین کہ مدت سنین ظاہر کی گئی ہے وہ بنظر حالت موجودہ زمانہ کے امید کے برآنیکے لیے ایک اندازہ سمجھا جا سکتا ہے کہ جسمین کوئی وقت اُس امر کا بتایا نہین گیا ہے۔

پس جن روایت مین امام علیہ السلام نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ وقت بتانا صحیح نہین ہو سکتا وہ روایت نہ مخالف اُس روایت کے ہو سکتی ہے نہ اُسکے متعلق کہ جسمین اندازہ مدت برآنے امید کسی امر کا کیا گیا ہو۔

اسکی مثال بعینہ ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کی نسبت اُسکی عمر گذشتہ پر نظر کرکے اور عمر طبیعی انسانی کو جو تجربہ انسانی سے ظاہر ہوئی ہے پیش نظر رکھکر یہ اندازہ کیا جاوے کہ وہ شخص اسقدر مدت تک یا اسقدر برسون تک اور زندہ رہیگا لیکن کوئی اُسکے مرنیکا وقت نہین بتا سکتا۔

وہ روایت کہ جس مین ذکر سنہ ستر اور ایکسو چالیس کا ہی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہی اور یہ روایت بھی کہ جس مین یہ ارشاد ہی کہ "وہ جھوٹ بولا وقت مقرر کرنے والون نے" امام محمد باقرؑ سے منقول ہی اگر بیان مدت منقولہ کا تعلق زمانہ ماضی سے نہوتا یا زمانہ آئندہ کے لیے بطور اندازہ کے نہ سمجھا جا سکے تو کیسے کسی کی سمجھ مین آسکتا ہی کہ وقت بتانے والون کو جھوٹا کہا گیا ہی لیکن ان دونون قسم کی روایات مین امتیاز کے لیے چشم بینا اور دل دانا چاہیے کہ جو تعصب سے خالی ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے نہ کسی امام معصوم کو نہ اپنے آپکو جھوٹا کہا ہی البتہ مصنف بحیثیت اپنے مذاق کے اپنی طرف سے انکو جھوٹا کہتے ہین۔ اور پھر خود ہی یہ ترقی کرتے ہین کہ "وہ ائمہ نے اپنی طرف سے جھوٹ نہین بولا بلکہ جو کہا تھا وہ خدا کی طرف سے تھا" اور حاشیہ پر یہ اضافہ کیا ہی کہ "امام جعفر صادقؑ کا یہ قول بھی ہی کہ ہم اہلبیت وقت مقرر نہین کرتے اسکا مطلب یہ ہی کہ اپنی طرف سے وقت مقرر نہین کرتے جو کچھ کہتے ہین اللہ کیطرف سے کہتے ہین"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو روایت منقول ہوئی

ہی اُس روایت کا پورا ترجمہ یہ ہی کہ جسکی طرف مصنف مخاطب نے اشارہ کیا ہی۔

"رنوی کہتا ہی کہ پوچھا مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے "قائم کو" (قائم اُس مرد اہلبیت سے مراد ہی کہ جس کے حق مین خلافت قائم ہو) پس کہا کہ دروغ کہا تعین کرنے والوں وقت نے ہم اہلبیت تعین وقت نہین کرتے ہین" جسکا صاف مطلب یہ ہی کہ جنہون نے وقت مقرر کیا ہی وہ جھوٹے ہوگئے ہین ہم اہلبیت وقت مقرر نہین کرسکتے ہین اور جسکا یہ مطلب ہرگز نہین ہوسکتا کہ "اپنی طرف سے وقت مقرر نہین کرتے جو کہہ سکتے ہین اللہ کیطرف سے کہتے ہین" جیساکہ مصنف اپنی طرف سے منشاء روایت کو متغیر کرتے ہین چنانچہ دوسری روایت مین یہ وارد ہوا ہی کہ "امام نے فرمایا کہ اللہ منع کرتا ہی (وقت مقرر کرنے سے) اور جو لوگ وقت مقرر کرتے ہین اُس کے خلاف کرتا ہی"

ایسی حالت مین ارشاد امام علیہ السلام کا وہ مطلب ہرگز نہین ہوسکتا جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہی۔

امام محمد باقر سے جو روایت منقول ہوئی ہی کہ "جھوٹے ہوگئے

وقت مقرر کرنے والون کا" جسپر مصنف بحث کر رہے ہین اُسمین امام علیہ السلام اپنے ارشاد کی سند مین یہ فرماتے ہین جسکو خود مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی اور جس کا یون ترجمہ کرتے ہین —

"ان موسی علیہ السلام لما خرج وافدًا الی ربہ واعدھم ثلثین یومًا فلما زاد اللہ علی الثلثین عشرًا قال قومہ قد اخلفنا موسی فصنعوا ما صنعوا"

ترجمہ "بیشک موسیٰ جب نکلے قصد کرنے والے اپنے رب کی طرف تو قوم سے تیس دن کا وعدہ کیا تھا تو جب بڑھا دیے موسیٰ کے لیے اسنے تیس پر دس دن تو موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی موسیٰ نے تو کیا اُنھون نے جو کیا"

اُسکی نسبت مصنف یہ لکھتے ہین کہ "حضرت موسیٰ سے اللہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ تم کوہ طور پر آؤ تیس دن کے بعد تمکو نعمتین ملینگی مقامات قرب الٰہی مین ترقی ہوگی - اللہ سے کلام ہوگا توریت ملیگی - حضرت موسیٰ گئے تیس دن کے بعد سے وعدہ کا ظہور شروع ہوگیا یہ نعمتین دس دن تک ملتی رہین اور چالیسویں دن مین

سب پوری ہو گئیں "

لیکن یہ بیان مصنف کا صحیح نہیں ہی کہ یہ حضرت موسیٰ سے یہ وعدہ ہوا تھا کہ تیس دن کے بعد تمکو نعمتیں ملینگی اور تیس دن کے بعد سے وعدہ شروع ہوا اور دس دن تک نعمتیں ملتی رہیں۔ چنانچہ مصنف مخاطب جس آیت کو اپنے بیان کی صداقت کے لیے سند لاتے ہیں اُسی آیت سے اُنکے بیان کا غیر صحیح ہونا واضح ہی۔ وہ آیت یہ ہی جسکا ترجمہ مصنف نے یہ کیا ہی۔

ووعدنا موسیٰ ثلٰثین لیلة واتممنٰها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة "	ترجمہ "اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس دن کا اور تمام کیا اُس کو دس دن میں تو پوری ہو گئی

میعاد اُسکے رب کی چالیس دنمیں "

اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ خدا نے جو کچھ وعدہ حضرت موسیٰ سے کیا تھا اُس میں میقات تیس دن کی تھی (میقات اُسکو کہتے ہیں کہ جو وقت واسطے عمل کرنے کے مقرر کیا جائے مثلاً ہم کسی سے وعدہ کریں کہ یہ کام ہم چھ مہینہ میں کر دینگے تو وہ مدت شش ماہ میقات ہو گی) لیکن وہ کام جسکا وعدہ تیس دن کا کیا گیا تھا اندر تیس دن کے تمام نہیں ہوا بلکہ چالیس دن میں تمام

ہوا اور اکابر مفسرین اہلسنت نے قبول کیا ہی کہ "وعدہ خدا کا تیس دن کا تھا مگر وہ کام چالیس دن مین ختم ہوا" اور بجائے تیس روز کے دس روز کے افزود ہونیکی اور چالیس روز مین تمام ہونیکی وجہ بیان کی ہی (ثعلبی - ابو العالیہ - بغوی -)

آیت کے مضمون سے ہرگز ظاہر نہین ہوسکتا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ " یہ وعدہ تھا کہ تیس دن کے بعد ہمکو نعمتین ملینگی یا تیس دن کے بعد سے اللہ کی نعمتین ملنا شروع ہوئین"

آیت مین لفظ "بعد" کا ہرگز نہین ہی اگر آیت مین کسی جگہ بعد کا لفظ ہوتا تو بیان مصنف مخاطب کا صحیح ہوتا چنانچہ ترجمۂ آیت جو مصنف نے کیا ہی اور جسکو ہمنے بعینہ نقل کردیا ہی اُسمین بھی مصنف لفظ "بعد" نہین بڑہا سکے خلاف اُسکے جو مصنف اپنے بیانمین لفظ "بعد" بڑہاتے ہین یہ تفسیر بالرائے خلاف آیت کے ہی جس سے مصنف کو پرہیز کرنا لازم تھا۔

اور نہ اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہی جیسا کہ مصنف نے کہا ہی کہ "پہلے سے اللہ نے تکمیل کی مدت چالیس دن مقرر کردیے تھے" بلکہ آیت سے صاف ظاہر ہی کہ وعدہ خدا نے تیس رات کا کیا تھا اور چالیس رات مین اُسکو تمام کیا - اس آیت کا ہرگز

یہ مفہوم نہین ہوسکتا کہ "بجاے تیس دن کے چالیس دن پہلے سے خدانے اپنے وعدہ مین مقرر کیے تہے" اگر ایسا ہی تہا تو تیس دن کے بیان کرنیکی ضرورت کیا تہی۔

مصنف مخاطب جو سورۃ البقرہ کی یہ آیت پیش کرتے ہین اور جسکا یہ ترجمہ لکہتے ہین۔

آیت

ترجمہ "اور جبکہ وعدہ کیا ہم نے موسی سے چالیس دنکا"	"واذ وعدنا موسی اربعین لیلۃ"

اس آیت سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوسکتا ہی کہ خدانے پہلے ہی سے وعدہ چالیس دنکا کیا تہا۔ بلکہ اس آیت مین اُس مجموع مدتکا ذکر ہی کہ جسمین خدانے تیس دنکا وعدہ کیا تہا اور چالیس دنمین اُسکو پورا کیا اور جو مدت کہ وعدہ کے پورا کرنیمین زیادہ ہوگئی اُسکو بہی شامل وعدہ خدانے قرار دیکر چالیس دن فرمایا ہی۔

چنانچہ خود مصنف بہی قبول کرتے ہین کہ "سورۃ البقرہ مین فقط تکمیل کی مدت مذکور ہی اور سورۂ اعراف مین وعدہ کی تفصیل" لیکن مصنف جو تفصیل مین یہ قرار دیتے ہین کہ "تیس دن کے بعد سے انعام شروع ہوگا اور چالیس دنمین پورا

ہو جائیگا" غلط اور خلاف مقصود آیات کے ہی۔

مقصود آیات کا صاف یہ ہی کہ جس کام کے عمل کا تیس دنکا وعدہ تہا وہ چالیس دنمین پورا ہوا اور تکمیل عمل کام کے لیے دس دن زیادہ ہوے اگر تیس دن کے بعد سے عمل کام کا سمجہا جاے تو عمل کے لیے صرف دس دن سمجہے جا سکتے ہین حالانکہ تکمیل اور اتمام عمل کا اُسوقت سمجہا جا سکتا ہی کہ جب تیس دن اور دس دن سب چالیس دن مین عمل کیا گیا ہوا ور وعدہ تیس دن کا پورا کیا گیا ہو دس دن کے بڑہلنے سے یعنی تیس دن وعدہ مین دس دن اور ملا کر چالیس دن پورے کیے ہون کچہہ شبہہ نہین ہو سکتا کہ مدت چالیس دن کی جو بیان ہوئی ہی وہ مدت انقضا اور اتمام کی ہی لیکن اس امر کو ہم قبول کرتے ہین کہ علم الٰہی ضرور اول سے یہ تہا کہ وعدہ تیس دن کا کیا جائیگا اور چالیس دنمین اُسکو پورا کیا جائیگا اگر دوسرا سبب عارض نہوگا۔

واقعات جو اپنے اوقات پر پیش آتے ہین اُنکے لیے اسباب ضرور ہوتے ہین اگر ایک سبب سے ایک وقت پر کوئی واقعہ ہونیوالا ہوتا ہی اور کوئی دوسرا سبب اُسکو عارض نہین ہوتا

تو وہ واقعہ تمام ہو جاتا ہی اور اگر کوئی دوسرا سبب عارض ہو جاتا ہی تو اسوقت وہ واقعہ ٹل جاتا ہی لیکن علم الٰہی ہر واقعہ و سبب کو حاوی ہوتا ہی اور چونکہ وہ فاعل حقیقی مانا گیا ہی اسلیے ہر واقعہ و سبب کو اُسیکی طرف منسوب کیا جاتا ہی۔

اسی آیت مین جب خدا نے خود فرمایا ہی کہ "وعدہ کیا ہم نے موسی سے تیس دن کا اور پورا کیا ہم نے اُسکو ساتھ دس دن کے اور پوری ہوئی میقات پروردگار موسیٰ کی چالیس دنمین" تو امام علیہ السلام نے جو یہ تفسیر فرمائی ہی کہ "وہ گئے وصی پیغمبری کے لیے اپنے پروردگار کیطرف اور مقرر کیا وعدہ اُنکے لیے (اپنی قوم کے لیے) تیس دنکا" وہ تفسیر بالکل صحیح ہی اُسکی صحت پر باعتبار مضمون اُس آیت کے یقین ہوتا ہی کہ جو وعدہ خدا نے موسی سے تیس دنکا کیا تھا وہی وعدہ تیس دنکا حضرت موسی اپنی قوم سے کرکے چلے گئے تھے اور حضرت موسی کو اسیکا علم تھا کہ تیس دن مجکو وہان رہنا ہوگا جیسا کہ خدا نے وعدہ مین ذکر فرمایا تھا لیکن جب حضرت موسی مقام موعود پر گئے اور جس کام کے لیے گئے تھے اُس کام کو بجاے تیس دن کے چالیس دن لگ گئے تب حضرت موسی کو معلوم ہوا کہ دس دن زیادہ ہوگر

چالیس دن ہو گئے اور جسکی نسبت امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ ”جب بڑھا دیے موسیٰ کے لیے اللہ نے تیس دن پر دس دن تو موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہم سے وعدہ خلافی کی موسیٰ نے تو کیا اُنھون نے جو کچھ کہ کیا“

یہ تفسیر امام علیہ السلام کی نہایت صحیح ہی مصنف جو یہ کہتے ہین کہ ”وہ حضرت موسیٰ کو معلوم تھا کہ فراغت چالیس دن مین ہو گی پھر بھلا اپنی قوم سے تیس دن کا وعدہ کیون کرتے“ بالکل غلط اور خلاف قرآن ہی جب خدا نے تیس دن کا صاف وعدہ حضرت موسیٰ سے کیا تھا جیسا کہ الفاظ آیت سے ظاہر ہی کہ ”وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا“ اور مفسرین اہلسنت نے قبول کیا ہی کہ ”پہلے وعدہ خدا نے تیس دن کا موسیٰ سے کیا تھا“ پس اُسوقت موسیٰ وہی مدت اپنی قوم سے ظاہر کر سکتے تھے اور مقام موعود پر ہو نچکر جو بجاے تیس دن کے چالیس دن اُنکو لگ گئے اُسکا علم اُنکو مقام موعود پر ہوا۔ اپنے مقام پر اُنکو علم زمانہ زائد کی بابت قبل جانے مقام موعود کے اور تمام ہونے کام کے کیسے سمجھا جا سکتا ہی تا کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اُنکو معلوم تھا کہ فراغت چالیس دن مین ہو گی اور اپنی قوم سے

وہ تیس دن کا وعدہ کیسے کرتے - جیساکہ مصنف کہتے ہین -
خدانے جو وعدہ تیس دن کا ظاہر فرمایا تھا اور بجاے تیس دن کے دس
دن بڑھاکر چالیس دن مین اُس وعدہ کو پورا کیا ایسے امور
جنکا تعلق اسباب سے ہوتا ہی مسئلہ محو واثبات علم ازلی علیم
وحکیم کے ساتھہ تعلق رکھتے ہین -

آیت

ترجمہ " وہ محو کرتا ہی اسد جو کچھہ کہ چاہتا ہی اور ثابت رکھتا ہی	" یمحوا اللہ ما یشآء ویثبت وعندہ ام الکتاب "

اور نزدیک اُسکے ام الکتاب ہی "

امام علیہ السلام نے جو یہ ارشاد فرمایا ہی کہ " وہ تیس دنکے
وعدہ پر جب خدانے دس دن بڑھا دیے تو موسیٰ کی قوم
نے کہاکہ وعدہ خلافی کی ہم سے موسیٰ نے "

اس ارشاد امام علیہ السلام کی تصدیق اور تائید دیگر آیات
قرآنی سے بھی ہوتی ہی -

سورہ طٰہٰ پارہ ۱۶ - رکوع ۱۳

آیت

ترجمہ " (موسیٰ) نے کہا کہ اے	" قال یا قوم الم یعدکم ربکم

وعدا حسنا افطال علیکم العھد ام اردتم ان یحل علیکم غضب من ربکم فاخلفتم موعدی ؎

میری قوم کیا تم سے خدا نے وعدہ نہین کیا تھا اچھا وعدہ اور کیا ایک دراز زمانہ تم پر گذر گیا تھا بلکہ تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے

پروردگار کا غصہ اُترے اسلیے تم نے میرے وعدے کے برخلاف کیا؎

جسکا صاف منشاء یہ ہی کہ موسی علیہ السلام جو اپنی قوم سے توریت لانے کے لیے تیس دن کا وعدہ کر گئے تھے اور چالیس دن مین آئے تو وہ اپنی قوم کو سمجھاتے ہین کہ خدا نے جو وعدہ کیا تھا اُسپر کوئی لنبا زمانہ نہین گذر گیا اور غضب آلہی کا اُترنا تم نے اپنے اوپر چاہا اور میرے وعدہ کی برخلافی سمجھ لی حالانکہ ایسا نہین ہی تم کو چاہیے تھا کہ میرے وعدے توریت لانے کا انتظار کرتے اور برخلاف میرے وعدے کر نہ کرتے اگر مین تیس دن مین واپس آتا تو کیا اور چالیس دن مین واپس آیا تو کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہی کہ وعدہ کسی چیز کا قابل نظر کے ہو سکتا ہی نہ وقت وعدہ۔

اور اسی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہی کہ حضرت موسیٰ سے خلاف

کسی امر کے لیے ظاہر نہین کر سکتے اور اگر کرین تو اُسکی حالت مثل وعدہ قصہ حضرت موسیٰ کے ہوگی۔

مجکو امید ہی کہ مصنف مخاطب کا اطمینان ہوجائیگا کہ ائمہ کے ارشادات کی حالت حضرت موسیٰ کے قصہ سے کیونکر مطابق ہوسکتی ہی امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے سامنے اپنی بات نہین بنائی جیسا کہ مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین بلکہ امام نے اپنے ارشاد مین بالکل قرآن سے اقتباس کیا جسکی حقیقت ظاہر کی گئی۔

یہ بیان مصنف کا کہ ”اصحاب ائمہ قرآن سے بالکل جاہل تھے اُنکو کیا خبر تہی کہ سورۃ البقر مین چالیس دن کا وعدہ مذکور ہی اگر خبر ہوتی تو امام پر اعتراض کرتے“ اور حاشیہ پر یہ فقرہ لکھا ہی کہ ”اگر اُن مین کوئی حافظ ہوتا تب بہی یہ مغالطہ نہ چلتا“ مصنف مخاطب نے جو حاشیہ چڑھایا ہی اُسمین اشعار اُسی پُرانے اعتراض کا ہی کہ شیعون مین کوئی حافظ قرآن نہین ہوتا۔ تو ایسا اعتراض شیعون کی نسبت ایک ایسا اعتراض ہی کہ جسکو کوئی حکیم اور فلاسفر نہ کوئی ذی علم محض مذہبی شخص قبول کر سکتا ہی بلکہ اُسکو مضحکہ کی نظر سے دیکھے گا۔

عہد رسول مین جب قرآن نازل ہوتا تہا تو متفرق ٹکڑون پر لکہہ لیا جاتا تہا اور لوگ جو سنتے تہے اُسکو بر زبان یاد بہی کر لیتے تہے مگر جیسا کہ عام قاعدہ فطرت انسانی کا ہی وہ بر زبان یاد کرنے والون کو پیش آتا تہا جسکا حافظہ قوی ہوتا تہا اُسکو نہایت صحت اور ضبط کے ساتہہ یاد رہتا تہا جسکا حافظہ قوی نہ تہا اُسکو ایسے ضبط سے یاد نہ رہتا تہا کوئی کلمہ یا آیت بہول جاتا تہا یا کوئی غیر کلمہ اُسکی زبان پر چڑہ جاتا تہا۔ ایسی لغزشین جو واقع ہوتی تہین اُنکی درستی یا تو وہ لوگ کرتے تہے جن کو نہایت صحت اور ضبط سے یاد تہا یا وہ متفرق لکہے ہوئے پرچے۔

جو لوگ زمانہ نزول قرآن مین آیات قرآنی بر زبان یاد کر لیتے تہے اُنکی یہ حالت تہی کہ کسیکو کوئی سورۃ یاد تہی اور کسیکو کوئی سورۃ یاد تہی کسی کو دو یاد تہین کسیکو دس یاد تہین کسیکو آدہی یاد تہی اور کسیکو پاؤ۔

یہ تمام امور اُس تحقیق سے لئے گئے ہین جسکو سر سید نے اپنی تفسیر کے شروع مین لکہا ہی اور جنکو زمانہ لقب محقق اور مجدد کا دیتا چلا جاتا ہی۔ یہ تحقیق اُنکی بنظر فطرت انسانی اور نتیجہ اُن روایا کے ہی جو کتب اہلسنت مین درج ہین اور اُنسے وہی نتیجہ نکل سکتا

ہی جو سرسید نے نکالا ہی۔

اور جیسے یہ نتیجہ نکالا گیا ہی ویسے ہی یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ حضرات ثلاثہ صحابہ رسولؐ نہ کل قرآن کے عالم تہے نہ کل قرآن اُنکو حفظ تہا یہانتک کہ خاص خاص روایتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ اُنہوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کرکے دوسرون سے احکام اور مسائل قرآنی کو دریافت کیا ہی اور بعض بعض موقع پر دریاے بے علمی اپنے مین غوطے کہاے ہین جسکی کسیقدر تفصیل ہماری پہلی تحریرون مین وقتاً فوقتاً ہوئی ہی۔ البتہ علی مرتضیٰ کی نسبت سب کا اتفاق ہی کہ اُنسے بہتر کوئی عالم قرآن نہین تہا اور نہ اُنسے زیادہ کسی کو حفظ تہا۔

جب حضرات ثلاثہ کی حالت حفظ اور علم قرآن کی نسبت ایسی ہو اور کل قرآن کا حفظ اور علم اُنکو نہو تو کسی صحابی کسی ائمہ اہلبیتؑ کی نسبت کامل قرآن کے حفظ اور علم نہونے سے اگر منزلت مین کچہ کمی ہوسکتی ہی تو حضرات ثلاثہ کی نسبت بہی وہی کم وقعتی لازم آئیگی اور اگر وہ صحابیؓ اہلبیتؑ جاہل اور غیر حافظ قرار پائے جیساکہ مصنف مخاطب نے کہا ہی تو اسی صفت کے مصداق حضرات ثلاثہ صحابہ رسولؐ بہی ہونگے۔

صحابہ علی مرتضیٰؑ اور دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اور علماے شیعہ
جو حافظ قرآن گذرے ہین کتب رجال سے انتخاب ہوسکتا ہی
جسکا جی چاہے اُنمین دیکھے جسمین ایسے بہی ملین گے کہ جنہوننے
بارہ برس کی عمر مین قرآن حفظ کرلیا ہی اور ہمارے اس زمانہ مین شیعہ
حفاظ کی فہرست تنزیہ القرآن مین موجود ہی جسمین تعداد کثیر اہل امروہہ
ضلع مرادآباد کی ہی کہ جو خاص اسی اعتراض کے رفع کیواسطے تیار
کیے گئے تہے اور جسمین سے چند اب بہی زندہ موجود ہین جس
کسی کا جی چاہے اُنکے حفظ کی آزمائش کرلے اگرچہ چند جلسہ مختلف
مقامات پر جنکا ذکر تنزیہ القرآن مین موجود ہے قرار پاکر حفاظ شیعہ
نے اہلسنت کو حفظ قرآن سنا کر قائل کردیا ہی گو اُس کلمہ کے
سننے سے اہلسنت نے انکار کیا ہی کہ جس سے اُن حفاظ کا
شیعہ پن ثابت ہو۔ مگر مین جہانتک خیال کرتا ہون ابتک
جو طریقہ آزمائش کا اہلسنت نے شیعہ حفاظ سے سماعت کا
اختیار کیا ہی وہ خالی سقم سے نہین ہی۔

یہ امر بآسانی ممکن ہی کہ کسی سنی حافظ کو شیعہ کہکے دیکر
پیش کردین کہ اہلسنت مین حفظ قرآن کا پیشہ بغرض حصول
روزی کے خصوص موتی کے صدقات کیواسطے قرار پاگیا ہی کہ جو

اُنکے لیے حفظ قرآن باعث رونق ہوا ہی۔

اہلسنت کو مین یہ صلاح دیتا ہون کہ وہ ایسی آزمائش کیوقت اول وہ کلمہ سن لیا کرین جس سے تصدیق اُسکے شیعہ ہونیکی ہو پہر اُس سے قرآن سنا کرین تاکہ اُنکو دہوکا نہو۔

یقین کرنا چاہیے کہ ہندوستان مین اہلسنت کے حافظ سوا چند علما[1] کے بالکل ایسے ہی ہین کہ بسبب نہ جاننے زبان عرب کے علم قرآن سے اُنکے سینے خالی ہین۔ جسکا نتیجہ ہی کہ مجرد حفظ قرآن علم قرآن کے لیے حجت نہین ہی۔

ہمارے مصنف مخاطب بہی حافظ نہین ہین۔ کیا وہ اپنے لیے جاہل قرآن ہونیکا خطاب پسند کرسکتے ہین جیسا کہ وہ صحابی امام اہلبیت کو لقب جاہل قرآن سے پکارتے ہین مگر مسئلۂ "آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگرے ہم مپسند" یہ یقین دلاتا ہی کہ مصنف مخاطب اُسی لقب پر جو وہ صحابی امام اہلبیتؑ کو دیتے ہین اپنے لیے ضرور خوشی سے پسند فرمائین گے۔

مصنف مخاطب اصحاب ائمہ اہلبیت کو جو جاہل ظاہر کرتے ہین اس اعتبار سے صحیح ہوسکتا ہی جسطرح کہ اصحاب رسولؐ غیر

[1] کہ اُنکے بطون مین بہی علم باطن قرآن کا نہین ہی اور اگر ہی تو وہ اُسکو ظاہر نہین کرتے

اہلبیت رسول بمقابلہ پیغمبر ؐ کے جاہل تھے۔

اصحاب ائمہ گو کسی درجہ پر انکو علم قرآن ہو لیکن بمقابلہ علم ائمہ کے بیشک وہ جاہل تھے اور وہ جو علم ائمہ سے حاصل کرتے تھے بتدریج حاصل ہوتا تھا اور جبتک جسقدر انکو علم حاصل نہوتا تھا اُسیقدر کی بابت بیشک وہ جاہل ہوتے تھے اور یہ امر بہی تھا کہ کسی امر کا علم کوئی صحابی حاصل کرتا تھا اور کسی امر کا کوئی صحابی اور بمقابلہ ایک دوسرے کے کسی نہ کسی امر کی بابت کوئی جاہل ہوتا تھا اور اسی اعتبار سے اُنکی حالت مثل حالت صحابہ رسول کے تہی وہ صحابہ کہ جو شامل اہلبیت نہین ہین۔

کیا خود حضرات شیخین اور دیگر صحابہ نے اکثر موقعونپر اپنی لاعلمی کا اقرار نہین کیا ہے اور علی مرتضی سے بارہا مسائل ازروے قرآن کے حل نہین کرائے ہین اور کیا حضرت عمر کی یہ حالت نہ تہی کہ بارہ برس مین اُنکو خود ایک سورۃ البقرہ بہی یاد نہو سکی۔؟

فضل بن یسار جو راوی اس روایت زیربحث کا ہے اگر اُسکو سورۃ البقرۃ مین چالیس دنکا وعدہ یاد نہو تو کچہہ جاے تعجب نہین ہوسکتا۔ لیکن اگر اُسکو یاد بہی ہوتا (اور یقین ہے کہ یاد تہا) توبہی وہ امام علیہ السلام پر اعتراض نہین کرسکتا تہا اسلیے کہ امام ؑ نے جو

ارشاد فرمایا وہ بموجب اُس آیت سورۂ اعراف کے تہا کہ جسمین وعدہ کی تفصیل ہوئی ہو جیسا کہ مصنف مخاطب بہی قبول کرتے ہین تو وہ آیت اجمالی سورۃ البقرہ سے کیونکر اعتراض کر سکتا تہا اور اگر اعتراض کرتا تو اُسکے اعتراض کی حالت اس سے زیادہ نہوتی جیسی مصنف مخاطب کے اعتراض کی ہی۔

مگر وہ سورۂ اعراف کو جانتا تہا کہ جہان خدا نے تیس دن کے وعدہ کا ذکر فرمایا ہی اُسی جگہ خدا نے ذکر افزودی دس دنکا کرکے میقات وعدہ چالیس روز بیان فرمائی ہی جو کوئی اس سے جاہل ہو وہ ایسا اعتراض کر سکتا ہی۔

واقعہ صلح حدیبیہ مین جو حضرت عمرؓ کو شک ہوا تہا اُسکی وجہ بہی تو یہی تہی کہ جسوقت پیغمبرؐ نے ارادہ طواف بیت اللہ کا کیا تہا تو قول اور فعل رسول سے حضرت عمر کو یقین ہو گیا تہا کہ اسی سال پیغمبر اور اُنکے ہمراہی مسلمان طواف کرینگے اور مکہ فتح ہو جائیگا لیکن جب ایسا نہوا تو حضرت عمرؓ نے اپنے وقت یقینی پر ویسا نہونیکی وجہ سے پیغمبرؐ پر اعتراض کیا کہ اس وجہ سے نبوت آنحضرتؐ مین شک واقع ہو گیا تہا اور اُنکی حالت قریب قریب حالت قوم موسیٰؑ کے ہو گئی تہی۔ اور وہ اُس اعتراض اور شک پر ایسے مصر تہے کہ ایک

سے زیادہ اُنکے ہمسر لوگوں نے سمجھایا تو بھی اپنے اعتراض اور شک سے ہٹنے نہیں بیانتک کہ خود پیغمبر کو آخر کار یہ کہنا پڑا کہ مین نے تمسے یہ وعدہ نہیں کیا تہا کہ اسی سال ایسا ہوگا"

کیا پیغمبرؐ کے ایسے ارشاد کو یہ کہا جا سکتا ہی کہ بمقابلہ اپنے اُس قول اور فعل کے جس سے حضرت عمرؓ کو یقین ہو گیا تہا حضرت عمرؓ کے سامنے پیغمبرؐ نے بات بنائی ہے؟ ۔ نہیں اسی ہدایت اور تقلید پیغمبرؐ کے بموجب امام نے کسی امر کے وقت کے بتانے سے انکار فرمایا ہی اور حضرت عمرؓ کے غلط اور ناجائز طریقۂ اعتراض سے فضل بن یسار نے نصیحت حاصل کر کے اعتراض نہین کیا ہی اور وہ کسی ارشاد امام کی وجہ سے امامت امام علیہ السلام کی نسبت نہ شک کر سکتا تہا اور نہ کسی ارشاد امام علیہ السلام پر اعتراض کر سکتا تہا ۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ کے قول اور فعل سے ظہور ایک امر کو ایک وقت پر یقین کر کے پیغمبرؐ کی نبوت مین شک اور اعتراض کیا تہا ۔ اور گو اول پیغمبرؐ کے کسی قول اور فعل سے تعین وقت لازم نہین آتا تہا لیکن حضرت عمرؓ نے جو اُس سے تعین وقت سمجہ لیا ایسی غلط فہمی کی بنا پر اعتراض کرنا بدتر اُس سے ہی کہ اگر پیغمبر صریح وقت مقرر کر دیتے اور وقت مقررہ پر ظہور اُس امر کا

نہوتا اور حضرت عمرؓ پیغمبرؐ پر اعتراض و رانکی نبوت پر شک کرتے۔ حضرت عمر کو زیبا تہا کہ اول قول اور فعل رسولؐ سے جو کچھ انہوننے سمجھا تہا اُسکے بموجب ظہور مین نہ آنے سے خود سمجھ لیتے کہ پیغمبرؐ کے اُس قول اور فعل کی حیثیت دوسری تہی۔ اُسوقت کا قول اور فعل پیغمبر کا بہی صحیح ہے اور اس دوسرے وقت کا بہی۔ لیکن اس درجہ کا ایمان اُنکے قلب مین نہین تہا اور اُسیکی تقلید سے مصنف مخاطب روایت زیر بحث کے اخیر فقرہ ارشاد امام علیہ السلام پر اس بیان سے اعتراض کرتے ہین کہ "اس حدیث کا آخری جملہ عجیب چلتا فقرہ ہے یعنی امام نے اُنسے یہ کہدیا کہ ہماری پیشین گوئیان غلط ہو جایا کرین تو بہی تم بد اعتقاد نہوا کرو ہمین تمکو دونا اجر ملیگا"

"واذا حدثناکم الحدیث فجاء علی ما حدثناکم فقولوا صدق اللہ واذا حدثناکم الحدیث فجاء علی خلاف ما حدثناکم فقولوا صدق اللہ توجروا مرتین"	ترجمہ "اور جب بیان کرین ہم تمسے کوئی حدیث اور ہو جاسے مطابق اُسکے جو ہمنے کہا تو تم کہو اللہ نے سچ کہا اور جب ہم تمسے کوئی بات بیان کرین اور ہماری خبر کے خلاف واقع ہو تو تم یون

کہو کہ اللہ نے سچ کہا تو تمکو دونا اجر ملیگا"

اس فقرۂ حدیث کا مصنف اپنی طرف سے یہ مطلب گڑھتے ہین کہ وے ہم (ائمہؑ) سے نے جو خبر بیان کی تہی وہ اسد کی طرف سے بیان کی تہی اب جو وہ خبر جہوٹی ہو گئی تو درحقیقت اسد کا قول جہوٹا ہو گیا مگر اسد کو جہوٹا کہنا خلاف ادب ہی اسلیے جب اسکی خبر جہوٹی ہوجاے تو تم زبانسے یہی کہو کہ اسد نے سچ کہا تہا اسمین تمکو دونا اجر ملیگا اسمین یہ اشارہ ہو گیا کہ ہم جہوٹی خبرین اسلیے بیان کیا کرتے ہین کہ تمکو دونا اجر ملے ۱۱"

جو بیان اور اظہار مطلب نسبت حدیث کے مصنف مخاطب نے کیا ہی اُسکو اور مقصود مضمون حدیث کو دیکہکر ہر کوئی کہہ سکتا ہی کہ وہ بیان اور مطلب مصنف کا بالکل خود غرضی اور خود مطلبی کی راہ سے ہی (غرض اور مطلب مصنف کا یہ ہی کہ جہوٹے الزام اپنی طرف سے پیدا کرکے ائمہ اہلبیتؑ پر لگاے جائین) ورنہ وہ بیان مصنف کا نہ حدیث کی نسبت صادق آتا ہی نہ وہ مطلب اُس سے متبادر ہوتا ہی۔

شروع مضمون حدیث سے مقصود اُسکا صاف ظاہر ہی کہ وے جب امامؑ سے واسطے امر خلافت کے کہ اہلبیت رسالتؐ مین کب

آئیگی پوچھا گیا تو امامؑ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے وقت بتایا وہ ٹھیک نہین نکلا اور اُسکی سند کے لیے امام نے قصہ موسی کا ظاہر کیا کہ جب موسی پیغمبری اور توریت کے لیے خدا کی طرف گئے اور اپنی قوم سے تیس دنکا وعدہ کر گئے اور خدا نے تیس دن پر دس دن زیادہ کر دیے تو موسی کی قوم نے کہا کہ موسی نے ہمسے وعدہ خلافی کی اور گوسالہ پرستی کر کے قوم گمراہ ہو گئی۔

اُسی کے ساتھ امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ وہ جب ہم تم سے کوئی بات بیان کرین یعنی اگر کسی امر کا وقت بتائین اور وہی کے مطابق ہو جاے تو تم اس بات کے قائل ہو کہ خدا نے سچ کہا اور اگر کوئی بات کہین ہم یعنی کسی امر کے لیے کوئی وقت مقرر کرین اور اُسوقت پر وہ امر نہو تو بھی تم اس بات کے قایل ہو کہ خدا نے سچ کہا اسلیے کہ ہم اول تو کسی امر کے لیے کوئی وقت نہین بتا سکتے کہ وقت کا علم ہر امر کے لیے خدا کو ہی اور خدا ہی ہر امر کو اُسکے وقت پر پورا کرتا ہی جسکا علم سوا اُسکے اور کسیکو نہین ہوتا۔ اور اگر ہم احیاناً کوئی وقت بتائین گے تو وہ از روے ظن اور اندازہ کے ہوگا اُسوقت اُس امر کے تمام نہونے سے تم خدا اور اُسکے رسولؐ اور ائمہ اہلبیتؑ سے بے اعتقاد اور گمراہ نہ ہو جاؤ جیسے کہ وقت

بتائے ہوئے موسیٰ سے زیادہ دن ہوجانے پر موسیٰ کی خلاف وعدگی سمجھکر قوم موسیٰ کی خدا اور پیغمبری موسیٰ سے بے اعتقاد ہوکر گمراہ ہوگئی یہ منشاء امام علیہ السلام کا زیادہ مضبوط کرنے والا اعتقاد مسلمانوں کا اور قدرت علم واختیار فاعل حقیقی کا جتانے والا ہے کہ لوگ کسی کے بتائے ہوئے وقت پر بھروسہ نہ کرین اور مطابق اُس وقت کے کسی امر کے پورا نہونے سے شک و شبہ علم اور قدرت فاعل حقیقی مین نہ کرنے پائین اور ایسی حالت مین کہ جو موقع شبہ کا ہو اور شبہ نکرین اور پہلے ہی سے اُسپر ایمان رکھتے ہون بیشک مستحق دو گونہ اجر کے ہونگے یہ ارشاد امام کا اس آیت سے مقتبس ہے وہ آیت ‌

"واذا یتلی علیھم قالوا امنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا"	ترجمہ "اور جسوقت کہ پڑھا جاتا ہے اُنپر کہتے ہین کہ ایمان لائے ساتھ اُسکے تحقیق کہ وہ حق ہے ہمارے پروردگار کیطرف سے تحقیق کہ تھے

ہم پہلے اس سے فرمانبرداری کرنے والے یہ ہین وہ لوگ کہ دیے جائینگے اجر اپنا دو مرتبہ بسبب اس کے کہ صبر کیا ہے اُنھون نے"

یہ ارشاد امام ایک سچی اور حقیقی ہدایت ہے گمراہی سے بچانے

سکے لیے ۔

مگر افسوس ہی کہ منشار روایت کو اپنی خواہش کے موافق بنیاد طور پر متغیر کرکے سد راہ ہدایت اور تعلیم مسلمانون کے ہوکر زبان طعن ائمہ ؑ پر کہولتے ہین اور یہ کوشش کرتے ہین کہ امت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویسی ہی گمراہ ہو جائے جیسے امت موسیٰ تیس دن کی میعاد کو وعدہ خلافی سمجہکر گوسالہ پرستی کرکے گمراہ ہو گئی تہی اور ویسی ہی لوگون کے دلون مین شک آجائے جیسا کہ پیغمبر ؑ کے اول قول اور فعل پر یقین کرکے کہ جو غلط فہمی کے سبب سے تہا خدا کی خدائی اور پیغمبر ؑ کی پیغمبری پر شک کرنے لگین خواہ جو لوگ کہ بعد غائب ہو جانے نبی آخر الزمان ؐ کے لوگون کی نگاہ سے (وفات) باوصف اس کے کہ ہارون وقت موجود تہا مثل قوم موسیٰ کے اسکو ضعیف کرکے گوسالہ پرستی کرنے لگے اور کرتے چلے آتے ہین اُسی طریقہ پر چلے جائین اور ترک نہ کرین ۔ حیف ہی کہ مصنف معترض کی جلد ثانی کے دیباچہ سے یہ امید تہی کہ وہ مذہب شیعہ پر بحیثیت تحقیق کے اعتراض کرینگے یہ توقع نہین تہی کہ وہ اپنے چہرۂ سخن کے جلوہ کی بناوٹ یون کرینگے ۔

مصنف ایک غازہ بناوٹ کو کام مین لاکر دوسرے روپ بناوٹ

کے بدلنے پر تیار ہو کر کہتے ہیں کہ وہ یہ حکمت عملی ائمہ کی پیشین گوئیوں سے مختص نہ تھی بلکہ قرآن کی تفسیریں بھی ہر شخص کے سامنے اُس کے مناسب بیان کر دیا کرتے تھے" اور اصول کافی سے یہ روایت مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

"عن موسی بن اشیم قال کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فسالہ رجل عن اٰیۃ من کتاب اللہ عزوجل فاخبرہ بہا ثم دخل علیہ داخل فسالہ عن تلک الاٰیۃ فاخبرہ بخلاف ما اخبر الاول فدخلنی من ذلک ما شاء اللہ حتی کان قلبی یشرح بالسکاکین فقلت فی نفسی ترکت اباقتادۃ بالشام لا یخطی فی الواو وشبہہ وجئت الی ہذا یخطی ہذا الخطاء کلہ فبینا انا کذلک اذ دخل اٰخر فسالہ عن تلک الاٰیۃ فاخبرہ

ترجمہ "موسیٰ بن اشیم سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا تو اُنسے سوال کیا ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت کا۔ امامؑ نے اُس کے معنی اُسے بتائے پھر ایک اور شخص آیا اُسنے بھی یہی آیت پوچھی تو اُس سے ایسے معنی بیان کیے جو مخالف (غیر) تھے اُسکے جو پہلے شخص سے بیان کیے تھے تو پیدا ہوا اس سے مجکو شک جو چاہا اللہ نے یہاں تک کہ میرا دل چھریوں سے کٹا جاتا تھا تو میں

بخلاف ما اخبرنی واخبر صاحبی فسکنت نفسی فعلمت ان ذلک منہ تقیۃ“	سنے اپنے دل مین کہا کہ مین نے ابوقتادہ کو شام مین چھوڑا کہ وہ ایک حرف واؤ یا اس کے

مثل مین غلطی نہین کرتا تھا اور مین اس شخص کے پاس آگیا جو ایسی بوری خطائین کرتا ہی - ہم اسی حال مین تھے کہ ایک اور شخص آگیا اور اُس نے بھی یہی آیت پوچھی تو اُس سے ایسے معنی بیان کردیے جو مخالف تھے اُن تفسیرون کے جو مجھسے اور میرے دونون ساتھیون سے بیان کی تھین تو میرا دل ٹھہر گیا اور مین نے جان لیا کہ یہ اُنکا تقیہ ہی“

اس کے بعد بقیہ روایت یہ ہی جس کو مصنف نے نقل نہین کیا ہی -

”قال ثم التفت الی فقال لی یا بن اشیم ان اللہ عزوجل فوض الی سلیمان بن داؤد علیہ السلام فقال ھذا عطاؤنا	ترجمہ ” راوی کہتا ہی کہ پھر ملتفت ہوئے (امام علیہ السلام) میری طرف اور فرمایا مجھسے اے ابن اشیم تحقیق کہ اللہ عزوجل نے سپرد کیا
فامنن او امسک بغیر حساب	طرف سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے
وفوض الی نبیہ علیہ السلام	پس کہا ہی (خدا نے) یہ بخشش

فقال ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا فما فوض الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ فقد فوضہ الینا ''

ہماری ہی پس بخش تو یا بند کر رکھ تو بغیر حساب کے اور تفویض کیا (اسنے) طرف اپنے نبی علیہ السلام کے اور فرمایا اور جو کچھ دے تمکو رسول پس لو تم اُسکو اور جو کچھ کہ منع کرے تمکو اُس سے پس باز رہو تم پس جو کچھ کہ سونپا (خدانے) طرف رسول کے پس تحقیق کہ سونپا اُسنے اُسکو طرف ہمارے ''

واضح ہو کہ مصنف نے جسقدر یہ روایت نقل کی ہی اُس کے اخیر مین یہ الفاظ ہین '' فعلمت ان ذلک منہ تقیۃ '' اور جسکا ترجمہ مصنف نے یہ کیا ہی '' اور مین نے جان لیا کہ یہ انکا تقیہ ہی ''

واضح ہو کہ اس حدیث مین یہ لفظ '' تقیہ '' بتاے فوقانی نہین ہی بلکہ '' بقیہ '' ساتھ باے یک نقطہ تحتانی کے ہی جسکا ترجمہ یہ ہوگا '' پس جانا مین نے کہ وہ (بیان) انکا باقیماندہ ہی

مصنف نے بعد نقل اول حصہ روایت کے یہ ظاہر کیا ہی کہ '' اسکے بعد اس روایت مین یہ مضمون ہی کہ امام نے مجھسے کہا کہ اللہ نے ہمکو اختیار دیدیا ہی کہ ہم جو چاہین وہ کہدین '' اخیر مضمون

روایت کا ہمنے نقل کرکے اُسکا ترجمہ لکھدیا اُسکے دیکھنے سے ہر کوئی جان سکتا ہی کہ مصنف مخاطب نے جو مضمون یا منشا اُسکا ظاہر کیا ہی وہ کسقدر غلط ہی۔

امام علیہ السلام نے یہ نہین فرمایا ہی کہ "اللہ نے ہمکو اختیار دیدیا ہی کہ ہم جو چاہین وہ کہدین" بلکہ امام علیہ السلام نے اُن آیات سے جو حضرت سلیمان اور پیغمبر آخرالزمانؐ کے باب مین نازل ہوئی ہین اُنسے اقتباس کرکے یہ فرمایا ہی کہ "خدا نے انبیا کے تفویض کیا ہی کہ جسقدر وہ چاہین دیدین اور جسقدر چاہین روک رکھین اور جو کچھ کہ رسول دے اُسکو لینا چاہیے اور جو کچھ کہ نہ دے اُسپر سکوت کرنا چاہیے اور جو کچھ کہ خدا نے رسول کی طرف تفویض کیا ہی وہ رسول نے ہمکو سپرد کردیا ہی جسکا نتیجہ یہ ہی کہ ہم جسقدر جسکو چاہین اُسقدر اُسکو دین اور جسقدر جسکو چاہین ندین اور اُس سے روک رکھین"

اس صحیح اصول سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ ہر شخص کی تعلیم اُسکی قابلیت کے مطابق ہونا چاہیے جسمین مصلحت وقت اور صلاح روزگار مناسب حال ہوتی ہی۔ (دیکھو جلد اول رسالہ روشنی اکتوبر ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۶ و ۱۷ البحث نمبر ا۔

اور ضمیمۂ حصۂ دوم جلد اول بحث نمبر ۲۳)

مصنف اس روایت پر یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ وہ اصحاب ائمہؑ کی خوش اعتقادی بخوبی معلوم ہوگئی مگر وہ کیا کرین ائمہؑ کی باتین ہی ایسی تہین کہ ایک بات پر انکو قرار نہتا حق کہنے والا ہمیشہ ایک بات کہتا ہی اور جو شخص لوگونکو راضی کرنیکے لیے ہر شخص سے اسکی مرضی کے موافق باتین کرتا ہی بہلا اُسکے معتقدین کو بداعتقادی کیون نہ پیدا ہو۔ افسوس کہ ائمہ قرآن کی تفسیر مین بہی ایک قول حق پر قائم نہ تہے"

مصنف نے جو کچہہ اس روایت پر اعتراض کیا ہی وہ خلاف واقع اور مخالف حقیقت منشاء روایت کے ہی۔ اس روایت سے ظاہر ہی کہ یہ روایت اُسوقت کی ہی کہ جب حالت زمانہ یہ تہی کہ حکومت اور خلافت مخالف ائمہ اہلبیتؑ کے ائمہ ہدایت دین کے لیے سوا ائمہ اہلبیت کے تیار کرتی تہی اور تیار کرچکی تہی۔ تاکہ ائمہ اہلبیتؑ ضعیف ہوجائین اور رجحان لوگونکا اُنکی طرف کو نہو کہ بنیاد خلافت نہ اوکہڑ جاوے۔

چنانچہ ابوقتادہ عدوی جسکا نام تمیم بن نظیر تہا علماے اہل سنت سے کہ جو تابعین صحابہ مین سے شمار کیا جاتا تہا امام ہدایت شام

مین قرار پاگیا تہا جسکا ذکر اس روایت مین ہی اور علی العموم لوگ جو
اتباع اُن حکومتون اور خلافتونکا کرتے تہے وہ سوا ائمہ اہلبیتؑ کے
اُن ائمہ کیطرف جنکو حکومتون اور خلافتون سے پیدا کیا تہا رجوع
رکہتے تہے اور ایسے لوگ بہت کم تہے کہ جو خالصۃً اور مخلصۃً بعد
پیغمبر ائمہ اہلبیتؑ کو اپنا ہادی دین جانتے ہون اور غیر کیطرف
رجوع نہ کرتے ہون لیکن باوصف اُن کوششون کے جو ائمہ
اہلبیتؑ کی مخالفتونمین حکومتین اور خلافتین زمانہ کی کرتی
تہین حقیت امامت ائمہ اہلبیتؑ کیوجہ سے کچہہ لوگ اُدہر
سے ادہر رجوع کرتے رہتے تہے۔

موسی بن اشیم جو راوی اس حدیث کا ہی وہ بہی اُسی قسم کا
تہا کہ جو پہلے اپنی گردن مین قلادہ اطاعت ابو قتادہ کا رکہتا تہا
ایسے لوگون کے لیے کاملیت ایمان کا درجہ ائمہؑ کے ساتہ خوش عقیدگی
کا بتدریج ہوسکتا تہا نہ دفعۃً اور علم ائمہ اہلبیتؑ کے بمقابلہ دوسرون
کے آہستہ آہستہ قائل ہوسکتے تہے نہ ایکدم سے۔

بلکہ ائمہ اہلبیتؑ زینہ بزینہ مراتب کاملیت ایمانیہ اُنکو
بذریعہ اپنی تعلیم اور ہدایت کے ایسی حیثیت سے پہونچاتے
تہے کہ اُنکے دماغ اور قلب مین قابلیت ہر امر کی پیدا ہوتی جاے

اور وہ بتدریج ہر امر کی حقیت کو قبول کرتے جائین جیسے کہ قانون قدرت آہستہ آہستہ ایک بچہ کو تعلیم حقیقت اشیا کی دیتا ہی۔

موسیٰ بن ہاشیم کے جس زمانہ کی یہ روایت ہی اُسکی حالت اُس زمانہ کی اس قابل نہین ہی کہ اُس سے تمام خالص او مخلص کامل الاعتقاد اصحاب ائمہ کی خوش اعتقادی کا اندازہ کیا جاے۔

البتہ اُسکی حالت حقیت امامت کا موازنہ کرسکتی ہی۔ باوصف اسکے کہ مخالف ائمہ اہلبیت کے حکومت اور سلطنت جو ائمہ پیدا کرتے تہے اُس سے بے اعتقاد ہوکر لوگ امام برحق کی طرف رجوع کرتے تہے اور گو ایسے لوگونکو ابتداءً کبہی کبہی کسی قسم کا شبہ امام برحق کی نسبت ہوجاتا تہا لیکن بالآخر وہ مومن کامل ہوجاتے تہے۔

یہ نتیجہ نکالا ہوا مصنف کا صحیح نہین ہوسکتا کہ وہ ائمہ کی باتین ایسی تہین کہ ایک بات پر اُنکو قرار نہ تہا حق کہنے والا ہمیشہ ایک بات کہتا ہی اور جو شخص لوگونکو راضی کرنیکے لیے ہر شخص کی مرضی کے موافق باتین کرتا ہی اُسکے معتقدین کو بداعتقادی کیون نہو۔

اسی قسم کی روایت پر بحث جلد اول رسالہ روشنی نمبر ۴ حصہ

اکتوبر ۱۹۲۳ء مین ہو چکی ہے۔ اس روایت مین بہی وہ آیت اور وہ تفسیر جو ہر ایک شخص سے امامؑ نے فرمائی مذکور نہین ہے جس سے صریح معلوم ہو جاتا کہ جو نکتہ چینی مصنف کرتے ہین وہ بے بنیاد ہے تاہم روایت اور ارشاد امام علیہ السلام مین ایسی تصریح موجود ہے کہ جس سے اعتراض مصنف مخاطب کا برقرار نہین رہ سکتا ہے

علم ائمہ اہلبیت مثل دریا کے موجزن تہا بنظر مادہ قابلیت ہر شخص کے ہر ایک سے اپنے علم کا کچہہ حصہ ظاہر فرما دیتے تہے اور حسبقدر ایک سے کچہہ فرماتے تہے دوسرے سے اپنے علم کا دوسرا حصہ روک رکہتے تہے۔

بدیہی ظاہر ہے کہ قرآن مین آیات محکمات اور متشابہات بہی ہین اور قرآن کا ظاہر اور باطن بہی ہے۔ اور ائمہ سے بہتر کوئی قرآن کا جاننے والا نہین ہو سکتا وہ بنظر مصلحت زمانہ کے ہر قسم کی تاویل جدہ ہر شخص کے سامنے جداگانہ بیان فرماتے تہے۔

جن لوگونکو تبحر علمی ہوتا ہے وہ ہمیشہ ایک امر کو متعدد طور پر بیان کیا کرتے ہین لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُنکو ایک بات برقرار نہو یا جو کوئی صرف ایک بات کا کہنے والا ہو وہ حق کا کہنے والا سمجہا جاوے۔

کم درجے کے علم رکھنے والے خصوصا جو لوگ کہ ظواہر کے دیکھنے والے ہین اُنمین قوت کاملیت علم کی ایسی ہوتی ہی نہین کہ وہ ایک امر کہ متعدد طور پر بیان کر سکین اور اُسیکا ساتھہ یہ امو بھی ضروری قرار نہین پا سکتا کہ وہ حق کہنے والے ہون۔

جن لوگونمین کہ مادۂ علمیت کم ہوتا ہی یا جو ظاہر پر نظر کر کے ایک ہی بات کہے چلے جاتے ہین جب اُس امر کو باطن کی نظر سے دیکھا جاتا ہی تو معلوم ہو جاتا ہی کہ وہ بات اُنکی ناحق ہی۔

اس امر پر بھی یقین کرنا چاہیے کہ اہل علم جب کسی مسئلہ کو بیان کرینگے تو ہمیشہ اُنکے الفاظ اور اُنکا طرز بیان دوسرا اور دوسری وضع کا ہوگا۔ مگر نتیجۂ مفہوم مین کبھی غلطی اور اختلاف نہین ہو سکتا اور جو لوگ کہ ایک مضمون بنائے ہوے اپنے کو یاد کر رکھتے ہین اُن سے بیشک یہ ہو سکتا ہی کہ وہ ہمیشہ اُنہین الفاظ کو زبان سے نکالا کرین تاکہ کسی واو یا شوشہ مین خطا نہو جائے۔

جیسے کسی دانا نقال کی حکایت مشہور ہی کہ کسی کتاب کے نقل کرنیکے وقت جو ایک مکھی صفحہ پر چپٹی ہوئی پائی تو اُسنے بھی ایک مکھی مار کر اُسی موقع پر چپکا دی۔

ایسے لوگونکی قابلیت کی نسبت بیشک عقلا کو بد اعتقادی

ہوجاتی ہی لیکن علماے متبحر جو ایک ہی امر کو متعدد طور پر بیان کرتا ہین جسمین نظر مادہ قابلیت انسانون اور مصلحت وقت پر بہی ہوتی ہی لائق اور ذی فہم لوگونکا اعتقاد انکی نسبت پختہ ہوجاتا ہی ائمہ اہلبیتؑ کی تفسیرین اسی شان کی ہوتی تہین مصنف نے اس مقام پر اجمال اور کسی قدر تفصیل سے اپنی پہلی تحریرونکا اعادہ کیا ہی جسکی حقیقت ہم اُنہین موقعونپر دکہا آے ہین اور جسکے اعادہ کی ہمکو ضرورت نہین ہی۔

مگر ہان مصنف نے جو یہ اعادہ کیا ہی کہ "وہ امام ابوحنیفہ کے سامنے قسم کہا کر انکی تعریف کردی جب وہ اوٹہ گئے تو محمد بن مسلم کی خاطر سے انکی ہجو کردی" اُسکی حقیقت بہی ہم بحث نمبر ۱۱ نومبر ۱۸۹۳ء جلد اول رسالہ روشنی مین بخوبی دکہا چکے ہین کہ اخلاق محمدی کیا تہا اور کفار اور منافقونکے ساتہہ پیغمبر کسطرح برتاؤ کرتے تہے اُسیکی تائید مین ایک روایت معتمد کتب اہلسنت سے ہم اور پیش کرنا چاہتے ہین اور جسکو صاحب مشکوۃ نے متفق علیہ کہا ہی اور جس سے مراد یہ ہی کہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہی۔

"روایت ہی بی بی عائشہ سے کہ تحقیق ایک شخص نے اذن

مانگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا پس فرمایا کہ اذن دو
اُسکو آنے کا بس بُرا ہی اپنی قوم مین اور جب بیٹھا وہ کشادہ پیشانی
کی حضرت صلعم نے بیچ ملاقات اُسکی کے اور تبسم کیا واسطے اُس کے
یا میٹھی باتین کین اُس سے پس جبکہ چلا گیا وہ شخص عرض کیا بی بی
عائشہ نے یا رسول اللہ کہا تھا آپ نے اُسکے حق مین ایسا اور
ایسا پھر کشادہ روئی کی آپنے بیچ ملاقات اُس کی کے اور میٹھی
باتین کین اُس سے پس فرمایا آنحضرت نے کب پایا تو نے مجکو فحش
بولنے والا تحقیق بدترین آدمیونکا نزدیک اللہ کے مرتبہ مین دن
قیامت کے وہ شخص ہی کہ چھوڑین اُسکو لوگ واسطے بچنے بُرائی
اُسکی کے اور ایک روایت مین واسطے بچنے فحش اُسکے کے"
صاحب مظاہر الحق شارح مشکوٰۃ لکھتے ہین کہ یہ وہ شخص عینیہ
بن حصین تھا مولفۃ القلوب اور سنگدلان عرب سے اور اپنی قوم
مین رئیس اور بدخلق تھا اور آثار نقصان دین وایمان حضرت کے
حیات مین اور بعد وفات کے ظہور مین آئے بعد رحلت آنحضرت
کے مرتد ہوگیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر تجدید اسلام کرکے
مسلمان مرا اور اسوقت مین کہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور ظاہرا
اسلام کیا تھا اسلام کامل نہ تھا اور کلام آنحضرت کا اُس کے حق

مین علامات نبوت اور معجزات سے تھا کہ خبر غیب اور حقیقت حال اُس
کے سے دی آخر کو آثار بدی ارتداد وغیرہ کے اُس سے ظہور مین آئے
اور یہ مذمت اسواسطے کی تاکہ لوگ اسکو پہچانین اور فریب نکہائین
اور فتنہ مین نہ پڑین ــ

اور نووی سنے کہا کہ وے حضرت سنے اُس سے نرم کلام واسطے
تالیف قلب اسکے کے کیے اور اس سے معلوم ہوا کہ جائز ہی مدارات
اسکی کہ ڈر ہو اسکی فحش کو ئی اور ضرر کا اور جائز ہی غیبت فاسق
کی اور فرق درمیان مدامات اور مداہنت کے یہ ہی کہ مدارات خرچ
کرنا دنیا کا ہی واسطے اصلاح دنیا کے یا دین کے یا دونون کے معًا
اور یہ مباح ہی اور بعض اوقات مین اچھی ہوتی ہی اور مداہنت خرچ
کرنا دین کا ہی واسطے کسی اصلاح کے اور حضرت سنے جو فرمایا کہ کب
پایا تو سنے مجکو فحش بولنے والا یہ انکار ہی بی بی عائشہ کی اس بات
پر کہ آپنے مخالفت کی حاضر و غائب مین یس کیون بُرا کہا آپ نے
اسکو حاضر مین جیسے کہ بُرا کہا آپ سنے غائب مین اور واسطے بچنے
فحش اسکے کے اس حدیث کے دو معنی لکھے ہین ایک تو یہ کہ مین نے
اُسکے مُنہ پر فحش اور سخت نہ کہا بسبب اسکے کہ فحش گو ہونون
مین اور اُس جماعت سے ہون کہ لوگ ساتھ ترک کرنے اُنکے

کے کہین بسبب فحش اُنکے کے دوسرے یہ کہ وہ شخص شریر تہا بسبب اسکے چہوڑ دیا مین نے اور اُسکے مُنہ پر اُسکو بُرا نہ کہا اور بُرا شخص ہی وہ کہ چہوڑ دین اُس کو لوگ بسبب پرہیز کرنے کے بُرائی اُس کی سے ۔

اس روایت اور اقوال شارحین سے یہ ظاہر ہی کہ جب کسی شریر شخص سے کسی قسم کا خوف ہو تو اُسکی شرارت سے بچنے کے لیے اُسکی غیبت مین اُسکو برا کہنا اور اُسکے سامنے اُسکی مذمت نہ کرنا اور انبساط سے اُسکے ساتہہ پیش آنا وقت ملاقات کے ضرور ہی جس مین یہ ہدایت اور نصیحت بہی ہوتی ہی کہ اُسکی مذمت سے اُسکو لوگ پہچانین اور فریب نہ کہائین اور فتنہ مین نہ پڑین ۔

حضرت امام ابو حنیفہ کی حالت اور مصلحت روزگار کی کیفیت ہم پہلے دکہا آئے ہین جو نتیجہ تاریخی حالات کا ہی اُس حالت کو ذہن نشین کرنے کے بعد جب اُسکو اُس اصول سے مقابلہ کیا جائیگا جو پیغمبر خدا صلعم نے قرار دیا تہا اور فعل امام علیہ السلام کا اندازہ کیا جائیگا تو معلوم ہو جائیگا کہ امام علیہ السلام اُسی اصول پر قدم بقدم پیغمبر خدا صلعم کے چلے ہین اور علماء اہلسنت نے جو نتیجہ اُس اصول پیغمبر سے نکالا ہی وہی فعل امام علیہ السلام سے نکلتا ہی نہ کچہ اور ۔

مصنف اُسی ارادہ کے ساتھ کہ صحابہ کی کبھی تعریف کردیتے اور کبھی بُرائی کردیتے یہ مضمون منضم کرتے ہیں کہ "امام موسیٰ کاظم جب لڑکے تھے تو عیسیٰ شلقان نے اُنسے امام جعفر صادق علیہ السلام کی شکایت کی اور یہ کہا۔

"یا غلام ما تری ما یصنع ابوک یامرنا بالشیٔ ثم ینہانا عنہ امرنا ان نتولی ابا الخطاب ثم امرنا ان نتبرأ منہ"

ترجمہ "ای لڑکے تو نہین دیکھتا کہ تیرے باپ کی کیا حرکتین ہین ہم کو ایک چیز کا حکم کرتا ہی پھر اُس سے منع کردیتا ہی ہمکو ابو الخطاب سے محبت کرنیکا حکم کیا تھا پھر اُن سے بیزاری کا حکم دیا"

مصنف نے ایک ٹکڑا روایت کا نقل کیا ہی اور اُس مین بھی "نتبرء" سے ماقبل کا لفظ چھوڑ دیا ہی جسکا ظاہر کرنا ہم بھی غیر ضروری سمجھتے ہین کہ وہ کلمہ نتیجہ بیزاری کا یا ظاہر کرنے والا بیزاری کا ہی۔ لیکن مصنف نے جو حصہ روایت ترک کیا ہی اُنکو لازم تھا کہ اُس روایت کو پورا نقل کرکر اُسپر بحث کرتے تاکہ منشاء روایت سے ظاہر ہوجاتا کہ مصنف مخاطب کے اعتراض کی کیا وقعت ہی اسلیے ہم پورا اُس روایت کو نقل کرتے ہین مگر "نتبرء" سے قبل جو لفظ ہی اُسکو ہم بھی چھوڑ دینگے کیونکہ لکھنا منظور تو ہم مصنف مخاطب کے خلاف

اخلاق ہیں۔

(۷) عن عیسی شلقان قال کنت
قاعدا فمر ابو الحسن موسی
علیه السلام ومعه بهمة
قال قلت یا غلام ما تری
ما یصنع ابوك یامرنا بالشیٔ
ثم ینهانا عنه امرنا ان نتولی
ابا الخطاب ثم امرنا ان نتبرأ
منه فقال ابو الحسن علیه
السلام وهو غلام ان الله
خلق خلقا للایمان لا زوال
له وخلق خلقا للکفر لا زوال
له وخلق خلقا بین ذلك
اعاره الله الایمان یسمون المعارین
اذا شاء سلبهم وکان ابو الخطاب
ممن اعیر الایمان قال فدخلت
علی ابی عبد الله علیه السلام

ترجمہ (۷) عیسی شلقان سے روایت
ہے کہا کہ بیٹھا تھا مین (خانہ امام
جعفر صادق علیہ السلام مین)
پس گذرے ابوالحسن موسے
علیہ السلام اور اُنکے ساتھہ بزغالہ
اُنکا تھا راوی کہتا ہے کہ کہا مین نے
(بہ عنوان خوش طبعی کہ لڑکونکے
ساتھہ کی جاتی ہے) اے لڑکے
نہین دیکھتا ہے تو جو کچھہ کہ کرتے
ہین باپ تیرے حکم دیتے ہین
ہمکو ساتھہ ایک چیز کے پھر منع
کرتے ہین ہمکو اُس سے امر کیا
ہمکو یہ کہ دوست رکھین ہم
ابوالخطاب کو پھر حکم کیا ہمکو یہ
کہ بیزاری کرین ہم اُس سے
پس فرمایا ابوالحسن ع نے درحالیکہ

فاخبرته ما قلت لابی الحسن علیه السلام وما قال لی فقال ابو عبد الله علیه السلام انہ نبعة نبوة"

وہ لڑکے تھے تحقیق کہ خدا نے پیدا کی ایک خلقت واسطے ایمان کے نہ دور ہوگا وہ اُن سے اور پیدا کی ایک خلق واسطے کفر کے ہمیشہ رہیگا اُسکے لیے اور پیدا کی ایک خلق درمیان اُنکے کہ عاریت دیا ایمان اُسکو نام رکھا اُنکا عاریت دیے گئے۔ جسوقت چاہے اللہ سلب کرے اُنسے اور تھا ابو الخطاب (عاریت دیا گیا ایمان اُسکو) راوی کہتا ہے پس داخل ہوا مین امام جعفر صادق علیہ السلام پر اور خبر دی مین نے اُنکو جو کچھ کہ کہا تہا مین نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے اور جو کچھ کہ اُنہون نے فرمایا تہا مجسے پس فرمایا امام جعفر علیہ السلام نے تحقیق کہ وہ ایک شاخ درخت نبوت ہے"

مصنف نے جسقدر کہ ٹکڑا روایت کا نقل کیا ہے اُسپر یہ اعتراض کرتے ہین کہ ائمہ نے اپنے شیعونکو راضی رکہنے اور ارتداد سے روکنے لیے اپنی عصمت کا بہی تو لحاظ نہ رکہا اور کیسی کیسی ناجائز باتین گوارا کین مگر اصحاب ائمہ کی یہ حالت تہی کہ وہ اُنکے روکے سے نہین رکتے تہے اور ہمیشہ نافرمانی اور

سرکشی کرتے تھے !! لیکن خود پورا مضمون روایت کا اُن تمام اعتراضات کو دفع کرتا ہی کہ جو مصنف نے طبعزاد پیدا کیے ہین ۔

مضمون روایت سے ظاہر ہی کہ امام موسی کاظم علیہ السلام اُسوقت ایسے کمسن تھے کہ ایک بکری کا بچہ بطور کھیلنے کے اُنکے ساتھ مین تھا ۔ کسی کی سمجھ مین یہ بات آسکتی ہی کہ عیسی شلقان ایسے کم سن صاحبزادہ سے اُنکے پدر امام زمانہ کی شکایت کرتا جیسا کہ مصنف مخاطب نے خیال کیا ہی بلکہ درحقیقت عیسی شلقان نے باعتبار اُنکے سن کے اُنکو بچہ سمجھکر بطور خوش طبعی کے اُنسے وہ کلمہ کہا تھا لیکن امام آئندہ اپنے بچپن مین بھی ایک ایسے اعلی درجہ کی قدرت رکھنے والا ہوتا ہی جو دوسرے لوگونکو وہ قدرت نہین ہوتی لہذا اُسی کم سنی کے زمانہ مین امامؑ نے وہ جواب دیا کہ جسکو خود امام جعفر صادقؑ نے قبول فرمایا ۔ اور مصنف اُسپر کوئی نکتہ چینی نہین کرسکے ۔ اور اگر عیسی شلقان کا وہ کلمہ بطور شکایت کے جیسا کہ مصنف ظاہر کرتے ہین قبول کرلیا جاے تو بھی یہ قبول کرنا ہوگا کہ عیسی شلقان کا وہ زمانہ اُسکی تعلیم اور ہدایت پانیکا تھا اور جس امر مین کہ اُسکو تردد ہوا تھا اُسکا جواب اُسکو امام موسی کاظم علیہ السلام نے دریالیکہ اُنکا

زمانہ لڑکپن کا تھا ایسا دیدیا کہ جس سے اُسکی تشفی ہوگئی اور کیون نہو جاتی کہ وہ شاخ درخت نبوت کی تہے اور جو اپنے باپ امام علیہ السلام سے تعلیم پاتے تہے۔

گو عیسی شلقان کو اس امر مین ایک تعجب ناک تردد ہوا کہ پہلے امام نے ابوالخطاب سے دوستی کا امر کیا اور پہر اُسکی نہی کی اور اُس سے بیزاری کا حکم دیا لیکن جب اُسکی حقیقت اُسکو معلوم ہوگئی تو پہر اُسنے کوئی نافرمانی اور سرکشی نہین کی۔

بیشک ائمہ معصومین سے یہ امر ضرور ہوا اور ہونا چاہیے تہا کہ وہ اپنے شیعونکو ایسی ہدایت فرماتے کہ وہ مذہب اہلبیت کے قبول کرنے پر راضی رہین اور ارتداد سے بذریعہ اپنی تعلیم کے اُنکو روکین۔

جس کسی امر کی حقیقت وہ ظاہر کرتے تہے اُسمین اُنکو اپنی عصمت کا ملحوظ رکہنا کیا معنی بلکہ وہ عصمت ہی اُنکی حقیقت اُس امر کی اُنسے کہلواتی تہی اور بنظر حالت مخالفت زمانہ کے غیر ممکن تہا کہ غیر معصوم ایسی جرأت ہدایت کی کرسکے جسمین آیندہ دور بینی مصلحت وقت کی بہی ہمیشہ ملحوظ ہوتی تہی جو ایک حکیم دانا کو ضرور ہونی چاہیے۔

وہ ناجائز باتین ہرگز نہین تہین بلکہ ایسے سچے اور حقیقی امور بیان فرماتے تہے کہ جنپر کوئی اعتراض کسی سے کسیوقت نہین ہوسکتا اور اسیوجہ سے مصنف بیان دبیں امام علیہ السلام پر کوئی اعتراض نہین گڑہ سکے۔

امام علیہ السلام نے یہی بیان فرمایا ہو کہ "خدا نے تین طرحکی مخلوق پیدا کی ہو ایک ایمان کے لیے ایک کفر کے لیے کہ جنسے وہ لازوال ہو اور تیسری مخلوق درمیانی ہو کہ جنکو عاریت دیا ہو ایمان جب خدا چاہتا ہو اُس سے ایمان سلب کردیتا ہو"

یہ ارشاد امام علیہ السلام کا ایسا سچا ہو کہ اُنکے مخالف تمام روے زمین کے اگر جمع ہوکر چاہین تو اُسکی قدح نہین کرسکتے۔

اس روایت مین جو ابوالخطاب کا ذکر آیا ہو اور جسکی نسبت بتایا گیا ہو کہ "اُسکو ایمان عاریت دیا گیا تہا" ناظرین ضرور مشتاق ہونگے کہ ابوالخطاب کون شخص تہا اور کس سے مراد ہو اور مصنف مخاطب کو بہی لفظ خطاب سے شبہہ ہوگیا ہو اور اُنہوںنے اپنی ذہانت سے سمجہہ لیا ہو کہ اسمین کنایہ اُس محاورہ اہل زبان کا ہو کہ جب کوئی شخص کسی کو اذیت پہونچاتا ہو اور اُسکا بیٹا اُس سے زیادہ اذیت رسان ہو تو اُسکی نسبت یہ بولا جاتا ہو کہ وہ

اپنے باپ کا بھی باپ ہی۔ اور عیسی شلقان کی اُسوقت کی حالت خوش طبعی مصنف مخاطب کی ذہانت کے لیے اور زیادہ موزون ہوگئی ہی!۔ اگر مصنف مخاطب کو یقین ہو جاتا کہ لفظ ابوالخطاب مین کوئی کنایہ یا مذاق نہین ہی تو وہ ہرگز اس روایت کو اعتراض کے لیے منتخب نہ کرتے۔

ابوالخطاب کنیت تہی محمد بن مقدس اسدی کی اور وہ ابتدا مین اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام مین شمار کیا جاتا تہا لیکن آخر مین بسبب اظہار مذاہب فاسدہ کے مطرود ہو گیا ایسے شخص کے لیے امام علیہ السلام نے جو اول دوستی کا حکم دیا اور جب وہ طریقہ ائمہ اہلبیت سے گمراہ ہوگیا اُسکو عاریۃ الایمان قرار دیکر اُس سے بیزاری کا حکم دیا تو اس ہدایت کی شان ویسی ہی ہی کہ جیسے پیغمبرؐ کے عہد مین جو لوگ ایمان لائے تہے اُنسے دوستی کا حکم تہا اور پہر جو لوگ عہد پیغمبرؐ مین یا بعد وفات اُنکے مرتد ہو گئے اُنسے بیزاری لازم قرار پائی یہانتک کہ بعض کو ارتداد کی تہمت لگاکر قتل کیا گیا۔

امام علیہ السلام نے ابوالخطاب کی نسبت جسنے اول طریقہ ائمہ اہلبیتؑ پر چلنا شروع کیا تہا اگر دوستی کا حکم دیا اور جب وہ اُس

طریقہ سے منحرف ہوگیا تو اُس سے بیزاری کا حکم دیا تو ایسی ہدایت
امام علیہ السلام پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا۔
ایسے صحیح طریقۂ ہدایت ائمۂ اہلبیتؑ کو جو مطابق قرآن کے
ہی مصنف ناپسندیدہ شیوہ ظاہر کرکے اصحاب ائمۂ کا حال بیان
کرتے ہین۔

روایت اصول کافی

"عن ابن رباب قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول لابی بصیر اما واللہ لوانی اجد منکم ثلاثۃ مومنین یکتمون حدیثی ما استحللت ان اکتمہم حدیثا"

ترجمہ "ابن رباب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ ابو بصیر سے فرماتے تھے کہ واللہ اگر مین تم مین سے تین مومن ایسے پاؤن جو میری حدیث کو چھپائین
تو پھر مین تم سے اپنی حدیث چھپانا روا نہ رکھون"
پھر ایک دوسری روایت کا مقصود لکھتے ہین کہ "اگر میرے
شیعی پورے سترہ ہوتے تو مین جہاد کرتا"
لیکن اس موقع پر ہم اُس روایت کا پورا ترجمہ نقل کرتے ہین
تاکہ اُسکا منشا اور مقصود معلوم ہوجاے۔

"سدیر صیرفی سے روایت ہی کہ اُسنے کہا کہ مین امام جعفر صادقؑ کی خدمت مین حاضر ہوا اور مین نے اُنسے عرض کیا قسم ہی خدا کی کہ آپکو گنجائش نہین ہی گھر مین بیٹھنے (گوشہ نشینی) کی فرمایا کس واسطے اے سدیر؟ - مین نے کہا بسبب کثرت آپکے غلاموںنکے اور آپکے پیرونکے اور آپکے مددگارونکے قسم ہی خدا کی اگر امیرالمومنین کے لیے اُسقدر ہوتے جسقدر آپکے لیے ہین پیرو اور مددگارون اور غلامونسے تو طمع نہ کرتا اُسمین تیم اور نہ عدی[۱] - پس فرمایا کہ کسقدر ہونگے؟ - مین نے کہا سو ہزار - فرمایا (تعجباً) سو ہزار - مین نے کہا ہان اور دو سو ہزار - پھر فرمایا (تعجبا) دو سو ہزار - کہا مین نے ہان اور نصف دنیا (نصف مسلمان امت رسول کہ اُسکی نگاہ مین وہی دنیا اُس موقع پر تھی) راوی کہتا ہی کہ خاموش ہو گئے امامؑ - بعد اُسکے فرمایا کہ اگر دشوار نہو تو ہمارے ساتھ چل ینبع[۲] - پس دراز گوش اور خچر پر زین کھینچنے کا حکم دیا پس مین (راوی) نے مبادرت کی اور دراز گوش پر سوار ہوا - امام نے فرمایا کہ اے

---

[۱] حضرت ابوبکر قبیلہ بنی تیم سے ہین اور اُن کے جانشین حضرت عمر قبیلہ بنی عدی سے - [۲] نام ایک موضع کا ہی -

سدیر پسند کرتا ہی تو کہ سوار ہون مین دراز گوش پر - کہا مین نے کہ خچر کا زین اچہا ہی اور آراستہ ہی فرمایا کہ دراز گوش زیادہ ہمواری کرتا ہی میرے ساتہ - پس اُترآیا مین - اور حضرت دراز گوش پر سوار ہوئے اور مین خچر پر - پس ہم روانہ ہوئے اور نزدیک ہو گیا وقت نماز کا - پہر فرمایا کہ اے سدیر اُترا اور ہمارے ساتہ نماز پڑہ - بعد اُسکے فرمایا کہ یہ زمین شورہ زار ہی اور نہین جائز ہی نماز اُسمین - پس چلے ہم تا آنکہ پہونچگئے ہم زمین سرخ پر (شورہ زار زمین نہ تہی) اور دیکہا ہم نے ایک لڑکے کو جو بکریان چرا رہا تہا پس فرمایا کہ قسم خدا کی اے سدیر اگر ہووین واسطے میرے پیرو گنتی مین ان بکریون کے برابر تو گنجائش نہو مجکو بیٹہنے کی - پس اُترے ہم اور نماز پڑہی ہم نے اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو مین بکریون کی طرف پہرا اور اُنکو شمار کیا تو ۱۷ - تہین "

پہر مصنف یہ کہتے ہین کہ "امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا میرا مطیع اور فرمانبردار فقط ایک ہی" اور مجالس المومنین کی روایت جو کشی سے لی ہی نقل کرتے ہین -

"ما وجدت احدا یقبل وصیتی ویطیع امری الا عبداللہ بن یعفور"	ترجمہ "نہ پایا مین نے کسی کو جو میری نصیحت کو قبول کرتا ہو اور

میرے حکم کی اطاعت کرتا ہو مگر عبداللہ بن یعفور کے"

ان روایات کے بعد مصنف یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے اصحاب مین تین شخص بہی ایسے نہ ملے جو اُنکے مطیع اور فرمانبردار ہوتے بلکہ سرکش اور نافرمان تہے اُنکی سرشت مین ارتداد کا مادہ بھرا ہوا تہا ائمہ نے اُنکے روکنے کے لیے ایسی ایسی ناجائز حکمت عملیونکا ارتکاب کیا تب بہی وہ نہ رُکے"

مصنف ان روایتون سے جو نتیجہ نکالتے ہین اُنسے ہرگز وہ نتیجہ نہین پیدا ہوتا ہی۔

عصر ائمہ اہلبیت علیہم السلام مین وہ مسئلہ مذہب اسلام کا کہ دین اور دنیا ایک چیز ہی ٹوٹ چکا تہا اُس زمانہ مین ایمان یہ تہا کہ مودت ذوالقربیٰ رسول جن سے مراد آل رسول ہی لوگون کے دلونمین پیدا ہونا ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو ہادی دین امام زمانہ ماننا اور اُنکو مستحق خلافت جاننا کہ دین بغیر خلافت کے کامل طور پر جاری نہین ہو سکتا تہا اور بر خلاف اُسکے خلفاء فی الارض کو خلیفہ برحق جاننا اور دین و دنیا مین اُنکی یا جن لوگون کو کہ اُنہون نے ائمہ ہدایت بنایا تہا اُنکی اطاعت کرنا ارتداد تہا۔ مخالفان ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے ہاتہہ مین ہونے سے اور جو برتاؤ مذموم وہ مخالف خلافت ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتہہ کرتے ستے

ائمہ اہلبیتؑ ایک عجیب نازک حالت مین تھے اور بغیر کسی خوف اور اندیشہ کے اطاعت اور فرمانبرداری ائمہ اہلبیتؑ کی کرنا غیر ممکن تھا اور جو لوگ کہ ایسے خوف کی حالت مین ہون ہر زمانہ مین اندازہ کیا جا سکتا ہی کہ ایسے کامل الایمان کثرت سے ہو سکتے ہین۔ یا قلت سے ایسی حالت مین امام علیہ السلام نے جو ابو بصیر سے فرمایا ہی کہ "اگر مین تم مین سے تین مومن ایسے پاؤن کہ جو میری حدیث کو چھپائین تو پھر مین اپنی حدیث کو چھپانا روا نہ رکھون" یہ ارشاد امام علیہ السلام کا بنظر حالت زمانہ اور درجہ اور مراتب ایمان کے نہایت ٹھیک ہی۔

پیغمبر خدا صلعم نے بھی صحابہ غیر اہلبیتؑ مین صرف ایک خذیفہ بن یمان کو ایسا پایا تھا کہ اُنپر کچھ راز اور اسرار ظاہر فرماتے تھے جو صاحب سر النبی مشہور ہو گئے باوصف اسکے کہ دیگر صحابہ رسول صلعم جنکو زمانہ نے اکابر اور بزرگ صحابہ ہونے کا لقب دلوایا ہی اُس منزلت اور لیاقت سے محروم تھے اور اُنپر نبی کو ہرگز اطمینان نہین تھا کہ نبی اپنا راز اُنپر ظاہر فرمائین۔ یہانتک کہ حضرت عمر حذیفہ بن الیمان سے اسرار پیغمبر صلعم کو دریافت کیا کرتے تھے جسکو ہم پہلے کسیقدر تفصیل سے لکھ چکے ہین۔[۱]

[۱] رسالہ روشنی اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۶ و ۱۷۔ اور دوسرا حصہ ضمیمہ جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۲

اس روایت کا تعلق جسقدر ہی وہ امور مملکت سے اور استحقاق خلافت سے ہی چنانچہ اس کے بعد جس حدیث کا امام جعفر صادق سے کی مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ وہ اگر میرے شیعہ پورے سترہ ہوتے تو مین جہاد کرتا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہی کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام اپنے مقابل خلفاء کو کہ جنہوں نے خلاف حق امر خلافت پر قبضہ کرلیا تہا قابل جہاد جانتے تہے لیکن ایسے مجاہد کہ جنپر اطمینان کلی ہو اسقدر کم تہے کہ جنکی تعداد سترہ تک بہی نہین پہونچی تہی گو عام طور پر لوگونکی تعداد امام اہلبیت سے ہدایت اور تعلیم پانے والونکی بظاہر زیادہ ہو لیکن وہ کل لوگ قابل اسکے نہین سمجہے جاسکتے تہے اور نہ امام علیہ السلام کو اُنپر کلی اطمینان ہوسکتا تہا کہ وہ وقت جہاد کے بیک ائمہ اہلبیت کے ہوکر ثابت قدم رہینگے اس لیے کہ جان کا صرف کرنا ایک نہایت امر دشوار ہی اور جس کا تجربہ امام علیہ السلام کو عہد پیغمبر خدا صلعم اور ائمہ اہلبیت سے ہوچکا تہا جسکو ہم کسی قدر پہلے اپنے اپنے موقع پر لکہہ آئے ہین۔

پیغمبر خدا صلعم کے وقت مین جس زمانہ مین کہ مسلمانونکی کثرت ہوگئی تہی اور لوگ صحابہ رسول ہونیکے فخر اور عزت سے کامیاب

ہونے کی قابلیت اپنے آپ مین جانتے تہے غزوات مین ہمیشہ سوا ئے چند صحابہ کے شرکت جہاد سے کراہت رکہنے والے ہوتے تہے۔ یا مین جہاد کے وقت ثابت قدم نہ رہ کر فرار اختیار کرتے تہے جسکی خبرین خداوند عالم نے قرآن مین دی ہین اور جسکو ہم موقع موقع سے دکہا آئے ہین اور وہ جہاد سے فرار کرنے والے اپنے آپکو مصداق اُس ارشاد پیغمبر خدا صلعم کا بناتے تہے جو حدیث مشکوٰۃ کے باب علامات نفاق مین لی گئی ہی۔

۲۲ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربو واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات متفق علیہ (مسلم و بخاری)

ترجمہ ۲۲ روایت ہی ابو ہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بچو تم سات چیزون ہلاک کرنے والیون سے عرض کیا صحابہ نے اے رسول اللہ اور کیا ہین وہ فرمایا شرک کرنا ساتہہ خدا کے اور جادو کرنا اور مارنا اُس جانکا کہ حرام کیا اللہ نے مگر ساتہہ حق کے اور کہانا بیاج کا اور کہانا مال یتیم کا اور پیٹھہ دینا دن لڑائی کے

کافرونسے اور تہمت کرنی ساتہہ زنا کے عورتون پاکدامنون ایمانوالیون بیخبر کو۔ روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے باتفاق "

اور ایک دوسری روایت صفوان سے ہی کہ اُسکا مضمون بہی اسی روایت کے قریب ہی اور جسمین فرمایا ہی کہ۔

ولا تولوا الفرار یوم الزحف "	ترجمہ " اور نہ پیٹہہ دو واسطے بہاگنے کے دن لڑائی کے "

ان روایات سے ظاہر ہی کہ دن لڑائی کے پیٹہہ دینا اور میدان جنگ سے جہاد مین بہاگ جانا برابر شرک کے ہی جو مسلمان کہ امر خلافت کے متعلق ائمہ اہلبیتؑ کے بعد وفات پیغمبرؐ مخالف ہوگئے تہے اور امر خلافت کو غیر اہل بیت پیغمبرؐ مین حق جلنتے تہے اُس قسم کے لوگونمین سے جو ائمہ اہلبیتؑ علیہم السلام کیطرف رجوع کرتے تہے اُنپر دفعتہ ائمہ اہلبیت کو اطمینان اور بہروسا نہین ہوسکتا تہا کہ وہ ائمہ اہلبیتؑ کے مخالف خلفا سے وقت جنگ کے ثابت قدم رہینگے۔

اسی حالت زمانہ پر امام نے نظر فرما کر اپنے ایسے اصحاب کا کہ جو کامل الایمان ہون اور وقت امتحان کے جنگ مین ثابت قدم رہین نہایت تقلیل تعداد کے ساتہہ ذکر فرمایا ہی کہ جو بنظر واقعات

اور حالات زمانہ کے قطعی ٹہیک تہا۔

اول علی مرتضیٰ کا زمانہ ہی قابل غور کے ہی کہ لوگون نے اُنکو خلیفہ قبول نہ کیا اور جو لوگ کہ اُنکو خلیفہ منصوص من اللہ مانتے تہے یا اور جنسے امید تہی کہ وہ حضرت کے شریک ہوکر جنگ پر آمادہ ہونگے اُنکی تعداد نہایت قلیل تہی اور بعد اسکے کہ جب علی مرتضیٰ کو خلیفہ قبول کیا گیا تو اُسوقت کون کون اور کسقدر لوگ اُنسے جنگ کرنیکے لیے آمادہ ہوے اور کسقدر لوگ تہے کہ جو اُنکے ساتہ تہے اُنکو صلح کے لیے مجبور کیا اور بالآخر اُنسے جدائی اختیار کی۔

پہر حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب کہ اُنکے ہمراہیون نے اُنکو چہوڑ دیا بمجبوری اپنے دشمنونسے ایسی صلح کی کہ جسکی رو سے جنگ بند ہو گئی۔

بالآخر حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ اپنی یادگار قائم ہونیکے سبب سے ہر سال ایسا تازہ ہوتا ہی کہ جو اسوقت بہی تمام مسلمانونکی نگاہ مین دکہائی دیتا ہی کہ مخالف گروہ مسلمانونکا بہی اُنکے فضل و شرف سے منکر نہین تہا اور وہی امر استحقاق خلافت کی بنیاد تہی باانیمہ اُنکا شریک ہونا کجا خود اُنہین لوگون نے آنحضرت کو مع اُنکے قلیل ہمراہیونکے قتل کر ڈالا۔

ایسے تجربہ کی حالت مین امام علیہ السلام کیونکر عام لوگون پر بھروسا کر سکتے تھے تاہم وہ مسلمان معتقد ائمہ اہلبیتؑ کے جو انکی طرف رجوع کرنیوالے تھے اُن مسلمانون سے بہتر تھے کہ جو پیروی مخالفین ائمہ کرکے امر خلافت کو غیر ائمہ اہلبیتؑ کا حق جانتے تھے اور اُنکے اثبات حق کے لیے ساعی تھے اسکی مثال ایسی ہی ہی کہ جیسے تمام مسلمان صحابہ رسول غیر خاندان رسالت بہتر تھے زمرۂ مسلمانون مین شامل ہوجانیکی وجہ سے بمقابلہ کفار کے لیکن نہایت کم درجہ مین تھے اُن مسلمانون سے کہ جو جنگ کے وقت ثابت قدم رہے اور پیغمبر خدا کو میدان جنگ مین تنہا نہین چھوڑا۔

اور اسی اعتبار سے امام علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ نہین پایا مین نے کسیکو کہ قبول کرے نصیحت میری اور اطاعت کرے امر میرے کی مگر عبداللہ بن یعفور کو۔

اور جس مراد اور مقصود سے امام علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہی اُسکی تصریح دوسرے ارشاد امام علیہ السلام مین موجود ہی جسکو صاحب مجالس المومنین نے اسی موقع پر محمد کشی سے لیا ہی اور جسمین امام علیہ السلام فرماتے ہین کہ ”مین نے کسیکو نہین پایا کہ جو لے حکم میرا اور اصحاب اپنے باپ مین سوا دو شخصون کے رحمت کرے

اللہ اُنپر۔ عبداللہ بن یعفور اور حمران بن اعین سے اس بات کا بیان نیست کہ وہ دونون مومن خالص ہین ہمارے پیرو ونسے کہ جنکا نام ہمارے پاس ہی کتاب اصحاب الیمین مین سبکو عطا فرمایا ہی اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کو۔

کتاب اصحاب الیمین وہ کتاب ہی کہ جبا نشان اہلسنت کے بیان ہی مع کتاب اصحاب یسار کے موجود ہی۔

ترمذی مین عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپکے دونون ہاتھونمین دو کتابین تہین آپنے ہم سب سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ دونون کتابین کیا ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی اسکی خبر دین آپنے سیدھے ہاتھ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرفسے کتاب ہی اسمین نام اہل جنت کے ہین اور نام اُنکے آبا کے اور اُنکے قبائل کے پھر جملہ کیا گیا ہی اوپر آخر اُنکے کے نہ اسمین بڑہین گے نہ کم ہونگے کبھی۔ پھر دست چپ کی کتاب کو فرمایا کہ یہ کتاب ہی رب العالمین کیطرفسے اسمین اہل دوزخ کے نام ہین اور نام اُنکے آبا کے اور اُنکے قبائل کے پھر جملہ کیا گیا ہی اوپر آخر اُنکے کے نہ اسمین بڑہین گے نہ کم ہونگے کبھی۔

یہ روایت مصنف نے اپنی تفسیر اکسیر اعظم جلد اول صفحہ ۳۱۶ مین بھی لی ہے اور جسکے اشتہار مین اس التزام کا وعدہ ہے کہ کوئی بے اصل مضمون اور غلط روایت درج نہوگی۔

درحقیقت یہ روایت تفسیر ان آیات قرآنی کی ہے۔

(۱) لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ (سورۃ بینہ)	ترجمہ۔ نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور شرک کرنیوالے جدا ہونیوالے یہانتک کہ آوے اُنکے پاس دلیل روشن۔
(۲) ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا اولئک ہم شر البریۃ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ جزاؤہم عند ربہم جنات عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ	ترجمہ۔ تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرکین سے بیچ آتش دوزخ کے ہونگے ہمیشہ رہنے والے اُسمین وہ لوگ بدترین خلقت ہین تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے وہ لوگ بہترین خلقت ہین جزا اُنکی نزدیک رب اُنکے کے جنتین عدن کی ہین جاری ہین نیچے اُنکے نہرین ہمیشہ

ذلك لمن خشي ربه " (سورۃ البینۃ) | رہنے والے ہین بیچ اُس کے راضی ہی خدا اُنسے اور راضی ہین

وہ اُس سے وہ واسطے اُس شخص کے ہی جو ڈرے پروردگار اپنے سے"

اس روایت معتمد کتب اہلسنت سے ظاہر ہی کہ دو کتابین رب العالمین کیطرف سے پیغمبرؐ کے پاس ایسی تہین کہ جسمین نام اور شناخت اہل جنت اور اہل دوزخ کی لکھی ہوئی تہی"

مصنف مخاطب بتائین کہ وہ دونون کتابین شامل قرآن تہین یا قرآن سے علاوہ اور یہ ظاہر ہی کہ وہ اس قرآن موجودہ سے علاوہ تہین اسلیے کہ قرآن موجودہ مین نام اہل جنت اور اہل نار کے اور اُنکے آباء اور قبائل کے نہین ہین پس وہ کتابین جو منزل من اللہ تہین کیا ہوئین اور پیغمبرؐ نے وہ مسلمانون اپنی امت کو دین یا نہین اور اگر نہین دین تو جیسے کہ قرآن امت کو دیا گیا وہ دونون کتابین کیون نہین دی گئین اور عموماً امت پر کیون نہین پہونچائی گئین۔

اور یہی روایت کی تائید روایت کافی[1] سے ہوتی ہی۔ کہا راوی نے حوالہ کیا مجھکو ابوالحسن (امام علی رضا علیہ السلام) نے ایک

[1] کتاب فضل القرآن صفحہ ۶۰۷ باب نادر۔

مصحف اور فرمایا [illegible] کے مثل نہ کر (ایسا ہی مت کیجیے) پس کھولا
مین نے اُسکو اور پڑھا مین نے اُسمین "لم یکن الذین کفروا"
پس پائے مین نے اُسمین ستر مرد کے قریش سے اور نام اُن کے
مع نام پدر مان اُنکے پس بھیجا میرے پاس کہ بھیجدے تو میرے پاس اُس
مصحف کو"

اسمین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا ہی کہ بموجب وحی یا القا کے پیغمبر
کے زمانہ مین دو کتابین بطور تفسیر [illegible] تیار ہو گئی تھین کہ جس مین
نام اصحاب یمین اور اصحاب یسار کے موجود تھے یا اُسمین ایسی
صاف و صریح علامتین اور نشانیان اصحاب یمین اور اصحاب
یسار کی درج ہو گئین تھین کہ جس سے پیغمبر اور ائمہ اہلبیت ہر شخص کو
پہچان لیتے تھے بغیر کسی شک و شبہ کے کہ وہ اصحاب یمین سے
ہی یا اصحاب یسار سے۔ اور وہ کتاب پیغمبر سے ضرور امام علیہ
السلام کو پہونچی جس کی نسبت انکے ارشاد سے ظاہر ہی کہ وہ اُن
کے پاس تھی۔

اور غیر امام اہلبیت کے کسی اور نے نہ دعوی کیا ہی نہ ظاہر
کیا ہی کہ اُس کے پاس ہی اس لیے یقین کرنا چاہیے کہ وہ کتاب
اہلبیت کے پاس رہی۔

امام علیہ السلام نے جو ایسے موقعون پر اپنا مطیع فرمان خاص خاص لوگون کو ظاہر فرمایا ہی جیسا کہ اُنکے ارشاد کے منشا رسے واضح ہوتا ہی وہ اُن مخصوص لوگون کی شان کے اعتبار سے ہی وہ لوگ اُن لوگون مین سے نہین تہے کہ جن پر کامل بھروسا نہ ہو سکے یا جنہون نے ہنوز پوری تعلیم اور ہدایت پائی نہین پائی درجہ پر کامل بھروسا نہین ہوسکتا تہا اُسنے بلحاظ مدارج اور مراتب ایمان ہر کسی کے اُن خاص لوگون کو جدا کرنا امام علیہ السلام کا منشا تہا صرف افضلیت صحابہ کا تہا جس سے خواہ مخواہ یہ لازم نہین آتا ہی کہ اُنسے کم درجہ والے قطعی مطیع اور فرمانبردار نہین تہے یا سب سرکش اور نا فرمان تہے یا اُن کی سرشت مین ارتداد کا مادہ بھرا ہوا تہا۔ لیکن اس امر کو ضرور قبول کرتا ہون کہ معتقدان ائمہ اہلبیتؑ کی بعینہ ایسی ہی حالت تہی جیسے کہ مسلمانون کی یا اصحاب پیغمبر کی طرف پیغمبر کے۔

عہد پیغمبر مین جن مین منافق بہی تہے اور ناقص الایمان بہی اور مرتد ہو جانے والے بہی اور وقت جنگ کے اکراہ سے کہنے والے یا گریز کرنے والے بہی کثرت سے تہے اور ایسے کامل الایمان بہی تہے کہ جنہون نے کسی امر مین اطاعت اور فرمانبرداری پیغمبر مین ذرہ برابر

تردد یا تعویق نہ کیا ہو اور وقت جنگ کے ثابت قدم رہی ہو بہت ہی کم تھے اور بنظر قانون قدرت کے
جس کا تعلق فطرت انسانی سے ہی اور جو انسانون کا دل اور دماغ
بناتا ہی یہ غیر ممکن ہی کہ کل مسلمان اور اصحاب پیغمبر یا کل مسلمان
عہد ائمہ اہلبیت ایمان اور اسلام مین مساوی درجہ رکہنے والے
ہون اور ایک دوسرے پر افضلیت نہ رکہتا ہوا اور نہ رکہہ سکے
اور اُس درجہ افضلیت کو جس کو تجربہ سے امام علیہ السلام نے
دریافت فرمالیا تہا ظاہر کرنے سے امام علیہ السلام کی عدالت
اور عصمت ظاہر ہوتی ہی نہ کسی ناجائز حکمت عملیون کا ارتکاب۔

عہد پیغمبر مین اور بعد وفات پیغمبر علی مرتضیٰ اور حسنین علیہم السلام
کے زمانہ مین جو کثرت سے لوگون کے دلون مین انحراف کا اور
اُنکی سرشت مین ارتداد کا مادہ بھرا ہوا تہا اور بھرا ہوا رہا جس کی
خبر اجمال سے قرآن مین اور تفصیل سے اخبار پیغمبر مین موجود ہی
جس کو ہم جلد اول و دوم رسالہ روشنی مین جا بجا اہل سنت کے
بیان سے دکہا آئے ہین اور اُسی مادہ ارتداد اور انحراف کو
لوگون نے دین قرار دیا اور دیگر ائمہ اہلبیت کے زمانہ مین لوگون
نے عام طور پر اُس مادہ انحراف اور ارتداد کو سختی کے ساتہہ دین
سمجہ لیا تہا اور جسکی تقلید اسوقت تک چلی آتی ہی اور کم کم ایسا ہوا

ہی کہ کسی قدر ہدایت ائمہ کے پانیکے بعد کسی نے انحراف یا ارتداد قبول کیا ہو مگر ائمہ اہلبیت ہمیشہ اُس ارتداد اور انحراف کے مٹانے کے لیے کوشش کرتے رہے کہ جس کی بعد وفات پیغمبر کے اہلبیت رسالت سے خلافت کو نکال کر بے محل قرار دینے مین بنیاد قائم کی گئی اور خلفاء فی الارض غیر اہلبیت رسول برابر اُسکو دین اسلام قرار دینے کا استحکام کرتے رہے لیکن بمقابلہ اُس قوت عظیمہ کے اُس مذہب کا وجود باقی رہنا کہ جسکی تعلیم ائمہ اہلبیتؑ نے کی اور اُس کا ترقی اور فروغ پانا کہ اسوقت کرورون لوگ اُس مذہب پر موجود ہین حقیت دین کی دلیل ہی اور ائمہ علیہم السلام کا معجزہ ہی جیسا کہ بمقابلہ کفر کے پیغمبر کا دین اسلام کو جاری کرنا حقیت دین اسلام کی دلیل اور پیغمبر کا معجزہ ہی ۔

اپنی اُس کوشش مین ائمہ اہلبیتؑ نے جو دین حق کو جاری کرنیکی تدبیرین کین وہ ناجائز حکمت عملیان نہین تھین اُنکی کوشش اُسی نوع کی تھی کہ جس نوع کی پیغمبر نے سعی فرمائی اور ہر موقع اور محل کو جب مقابلہ کیا جائے گا تو ذرہ برابر فرق نہ نکلے گا ۔

لیکن اگر کل مسلمانوں کی سرشت سے ارتداد کا مادہ عہد ائمہ مین نہین نکل سکا تو عہد پیغمبر مین بھی کل ، وے زمین کی سرشت سے

مادہ کفر کا نہین نکلا تہا اور جو لوگ کہ بظاہر اسلام لائے تہے اُنکی طینتون مین مادۂ نفاق خصوص امر خلافت کے متعلق موجود رہا تہا بعد پیغمبر کے ذریعۂ ارتداد کا ہوا اگر کوئی بعد ہدایت ائمہ اہلبیت کے منحرف ہو گیا تو اُسکی مثال ہدایت پیغمبر کی ہو سکتی ہی کہ جس سے زیادہ پر اثر ہدایت ائمہ اہلبیت کی نہین ہو سکتی تہی۔

یہ نکتہ چینی مصنف کی کہ "ائمہ نے اُنکے روکنے کے لیے کہ جنکی سرشت مین ارتداد کا مادہ بہرا ہوا تہا ناجائز حرکت عملیون کا ارتکاب کیا تب بہی وہ نہ رکے" کسیطرح قرار نہین پا سکتی بلکہ اُس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد جو ہمنے دکہائی آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اُسکا انطباق اور مصداق کس جگہ اور کن لوگون پر ہو سکتا ہی۔

مصنف مخاطب سے اس موقع پر یہ غلطی ہوئی ہی کہ اُنہون نے دین اسلام کو ارتداد اور ارتداد کو دین اسلام اور کامل الایمان والونکو ناقص الایمان اور ناقص الایمان والونکو کامل الایمان اور ہادیونکو غیر ہادی اور غیر ہادیونکو ہادی سمجھ لیا ہی۔

جلد اول کے نمبر ۳ پر جو استدلال مصنف نے زبانی عبد اللہ بن یعفور کی کیا تہا کہ "صدق اور امانت اور وفا اُن لوگونمین نہین ہی

جو ائمہ کی ولایت کو ملنتے ہین "

اور اُسکی حقیقت ہمنے اُسی موقع پر ظاہر کی کہ وہ روایت اصحاب ائمہ سے علاقہ نہین رکھتی ہے البتہ کچہ عام شیعون سے متعلق ہی اور ہر فرقہ مین ایسا ہوتا ہی کہ وہ اوصاف کچہ لوگ نہین رکھتے ہونگے مصنف اُس روایت کو اس قول امام علیہ السلام سے ملا کر کہ " تین مومن بہی امین اور مطیع نہین " یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ " کل اصحاب امام کا وہی حال تہا جو عبداللہ بن یعفور نے بیان کیا تہا اور یہ احتمال تہا کہ " شاید دو شخص صادق اور امین و مطیع ہون مگر امام موسی کاظمؑ نے اُسکی توضیح کردی کہ فقط ایک ہی "

امام علیہ السلام کی نسبت مصنف مخاطب یہ رائے دیتے ہین کہ " درحقیقت یہ بہی اُنکی غلط فہمی تہی کہ ایک ہی نہ تہا "

اور حاشیہ پر مصنف یہ لکھتے ہین کہ " ایک دوسری روایت مین امام موسی کاظمؑ نے صاف صاف سب کو مرتد بتا دیا چنانچہ کلینی نے کتاب الروضہ مین روایت کی ہی "

" قال ابوالحسن علیہ السلام لو میزت شیعتی ما وجدتهم الا واصفة ولو امتحنتهم لما وجدتهم	ترجمہ " فرمایا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اگر منتخب کرون مین اپنے شیعونکو نہ پاؤنگا مین اُنکو مگر فقط زبانی

الا مرتدین" سے دعوی کرنیوالے اور اگر امتحان کرونگا انکا نہ پاؤنگا انکو مگر مرتد"

مصنف نے اخیر حصہ حدیث امام علیہ السلام کا ترک کر دیا ہے اور بعض الفاظ کا ترجمہ اپنے منشا کے موافق کیا ہے اسلیے ہم پوری حدیث مع ترجمہ کے اس مقام پر لکھتے ہین تاکہ کیفیت منشائے امام علیہ السلام کی ظاہر ہو سکے۔

"قال قال لی ابو الحسن علیہ السلام لو میزت شیعتی ما وجدتھم الا واصفۃ ولو امتحنتھم لما وجدتھم الا مرتدین و لو تمحصتھم لما خلص من الالف واحد ولو غربلتھم غربلۃ لم یبق منھم الا ما کان لی انھم طال ما اتکوا علی الارائک فقالوا نحن شیعۃ علیؑ انما شیعۃ علی من صدق قولہ فعلہ"

ترجمہ "راوی کہتا ہے کہ فرمایا مجھسے امام موسی کاظمؑ نے اگر تمیز کرونگا اپنے شیعونکی نہ پاؤنگا انکو مگر وصف کرنیوالے (اپنے آپ مین شیعہ ہونیکا وصف بیان کرنیوالے) اور اگر امتحان کرونگا انکا نہ پاؤنگا انکو مگر پھر جانے والے اور اگر آزماؤنگا انکو نہ خالص ہون ہزار سے ایک اور اگر چھانون مین انکو چھلنی کر کے نہ باقی رہے انمین سے مگر ہو کہ وہ واسطے میرے

تحقیق کہ انہوں نے منت رکھی اور افزونی کی اسی چیز پر تکیہ کیے ہوے

ہین اور تخت سے اور کہتے ہین کہ ہم شیعہ علیؑ کے ہین جزاین نیست کہ شیعہ علی کا وہ شخص ہے کہ سچائی دکہلاے قول اپنے کی اپنے فعل سے۔

مصنف نے جو نتیجہ اعتراض کا نکالا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ انہون نے منشاے روایات اور احادیث کو غلط سمجہا ہے یا غلط قرار دیا ہے۔

جسقدر روایات کا ذکر کیا ہے انمین سے کسی روایت کا یہ مقصود ہے کہ وہ امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب مین سے ہر کسی کو بنظر حالت زمانہ کے ہمراز بنانیکے قابل نہین جانا جیسا کہ پیغمبرؐ نے بہی اپنے اصحاب غیر اہلبیت سے کسیقدر اپنا راز اُسپر ظاہر کرنیکے لیے سوا حذیفہ بن الیمان کے ہر کسی صحابی کو منتخب نہین کیا اور کسی روایت کا یہ منشا ہے کہ شیعہ امام علیہ السلام کے ایسے مطیع اور فرمانبردار ہون کہ جو جہاد کے وقت ثابت قدم رہین اور ایسے نہایت قلیل ستہے اور انکی تعداد جہاد کے لیے کافی نہین تہی۔ چنانچہ عہد پیغمبر مین بہی ایسے اصحاب پیغمبر کے بہت ہی قلیل ستہے اور اگر وہ چند صورتین نہو تین تو پیغمبرؐ مسلمان صحابہ رسول کے پیٹہہ کے پہیر جانے سے کسی نہ کسی میدان جنگ مین ضرور قتل ہو جاتے۔

کسی روایت کی یہ مراد ہے کہ عام طور پر شیعہ اپنے اعمال و افعال مین اور اپنے مدارج مین کامل نہین ہین اور اس موقع پر امام علیہ السلام

کا مقصود اُس کاملیت شیعیت سے ہی کہ جیسا خدا نے حضرت نوح کا شیعہ حضرت ابراہیم کو فرمایا ہی " اور جسکا قلب ویسا ہی سلیم ہونا چاہیے اور جسکی مثال ایک حدیث امام زین العابدین علیہ السلام مین دیگئی ہی (تفسیر موسوم امام حسن عسکری علیہ السلام)"

روایت زیر بحث مین بھی امام علیہ السلام نے امتحان کی حیثیت سے جو اوصاف شیعہ ہونیکے بیان فرمائے ہین اُس درجے کے شیعہ ہر زمانہ مین شاذ و نادر ہی ہو سکتے ہین جیسا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے جن لوگونسے کہ عمل صالح سرزد نہون اور قابل عذاب ہون اُنکی نسبت فرمایا ہی کہ وہ ہمارے شیعونسے نہین ہین۔ لیکن وہ موسوم ہین ساتھ ہمارے دوستونکے اور دوست ہمارے دوستونکے اور دشمن ہین واسطے دشمنون ہمارے کے تحقیق کہ شیعہ ہمارے وہ ہین کہ جو اتباع کرین ہمارے آثار کا اور اقتدا کرین ہمارے اعمال کا۔

اور اسی قول کی تائید مین پیغمبر خدا سے لیکر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری مین متعدد اسنادونکو ہوئی ہین۔

یہ تمام ارشادات اُسی شان کے ہین کہ جیسے آج کل کے کروڑہا مسلمان ہین اُنسے پوچھا جائے کہ تم تمام اُن امور مین کہ جو قرآن اور

سنت رسول کی رو سے دین قرار پایا ہی پورا پورا اتباع پیغمبر خدا صلعم کا کرتے ہو تو یقین ہی کہ ہر مسلمان اپنے ایمان سے اُسکا جواب نفی مین دیگا اور ہر مسلمان کسی نہ کسی امر مین اتباع صلعم سے جب اُسکا دل چیر کر دیکھا جاے منکر یا سرکش یا عمل خیر سے گریز کرنیوالا ضرور نکلے گا ا[ور] یہی حالت اُن مسلمانونکی جو روز وفات پیغمبر سے کرورہا مسلمان مرگئے ہین پائی جائیگی — اور اُس امر مخالف خدا اور رسول کی وجہ سے ضرور ہی کہ ارتداد جزئی کا اطلاق ہو —

اور اسی اعتبار سے کہا جا سکتا ہی کہ امام موسی کاظم علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ "اگر مین امتحان کرون تو میرے لیے کوئی نہ نکلے اور بہیرے ہوے پاے جائین لیکن امام علیہ السلام نے ذکر آزمائش نہایت سختی سے اسجگہ فرمایا ہی اُس سے یہ پایا جاتا ہی کہ مقصود امام علیہ السلام کا اس موقع پر اُنہین لوگونسے ہی کہ جو وقت جہاد کے ثابت قدم ثابت نہون —

ایسا ارشاد امام علیہ السلام کا موافق اُسی تجربہ کے ہی کہ جو اُنکو تجربہ اپنے جد پیغمبر سے حاصل ہوا تہا کہ آنحضرت صلعم کو فوج فوج مسلمان میدان مین چہوڑ کر بہاگ جاتے تہے اور جس تجربہ کے بعد پیغمبر خدا نے اپنے صحابہ کی نسبت فرمایا ہی کہ "وہ احداث کرینگے

ارتداد کے مرتکب ہونگے چیونٹی کی چال کیطرح اُنمین شرک ہی ائمہ مضلین ہونگے رجعت قہقری کرینگے حوض کوثر سے میرے سامنے واسطے عذاب کے ہانکے جائینگے - جسکو ہم موقع موقع پر بحوالہ کتب اہلسنت لکھہ آئے ہین "

جن مسلمانونسے کہ خدا اور رسول کی نافرمانیان جن جن امور مین کہ ہوئین اور ہوتی ہین اُسمین کبائر اور صغائر اور اُنکے اصرار پر ہر مسلمان کو اندازہ کرنا ضرور ہی اور جو جز کسی امر خدا اور رسول کا ایسا ہی کہ جس سے برگشتہ ہونیکی حالت مین امید عفو نہو یا بمقابلہ اُس برگشتگی کے کوئی عمل خیر ایسا نہو کہ جو فعل برگشتگی پر بہاری ہو تو اُسکو نادم ہونا لازم ہی کہ ایسی ندامت بہی نکوئی ہوتی ہی -

لیکن زیادہ افسوس کے قابل یہ بات ہی کہ جب کسی سے فعل قابل ندامت سرزد ہو اُسی فعل ناروا کے جواز ثابت کرنیکی دوسرے لوگ کوشش بلیغ کرین اور اپنے آپکو دوستداری پیغمبر اور اُس کے اہلبیت سے بہی خارج کردین -

جو فرقہ کہ موسوم بہ شیعہ ہی اگر وہ درجہ شیعیت ہونے پر نہ ہونچ سکے تو وہ طرفداری اہلبیت پیغمبر اور ائمہ اہلبیت کیوجہ سے زمرہ مین اُنکے دوستدارونکے قرار پاتا ہی لیکن انہین رعایات سے

کہ مصنف جنپر معترض ہوئے ہین اور دیگر روایات کتب ہر فرقہ اسلام سے قابل یقین کے پایا جاتا ہی کہ زمانہ کسی امام اہلبیتؑ کا ایسے شیعون سے خالی نہین رہا ہی کہ جنسے ائمہ اہلبیتؑ کا مقصود شیعہ ہونے کا تھا اور بعد زمانہ ائمہ اہلبیت کے بھی اُس درجہ کے شیعہ رہے ہین جنکا ذکر اور حوالہ کتب تاریخ اور کتب رجال مین موجود ہی اور جن مین سے وقتاً فوقتاً بعض بعض کا ہماری پچھلی تحریرون مین تذکرہ ہوا ہی اور یہ ہمارا زمانہ اور اُسکا قرب بھی ایسے خالص شیعون سے خالی نہین ہی مگر اس مین شبہ نہین کہ ایسے خاص شیعہ ہر زمانہ مین قلیل اور نہایت قلیل رہے ہے۔ لیکن زمانہ ائمہ اہلبیتؑ سے لیکر اُن قلیل اور نہایت قلیل لوگون نے وہ کام کیا ہی کہ جو کثیرون اور اُن کثیرون سے جو اپنی کثرت پر نازان ہین نہین ہو سکا۔ اُنھون نے مذہب ائمہ اہلبیتؑ کو ایسے ہی رائج اور شایع کیا جیسے کہ عہد پیغمبرؐ مین جہاد مین ثابت قدم رہنے والون سے تقویت اسلام کو پہونچی۔

اور یہی امر دلیل سچائی مذہب شیعیان خاص اور خالص علی مرتضیٰؑ اور دوستداران اہلبیتؑ پیغمبرؐ اور ائمہ اہلبیتؑ کی ہی۔

مصنف مخاطب اُنھین روایات سے یہ نتیجہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ امام جعفر صادق علیہ السلام تمام اصحاب سے اپنی حدیثین چھپاتے

تھے جو اقوال اُن کے شیعہ راویوں نے نقل کیے ہین وہ اُنکا اصلی مذہب نہین اور جب اُنسے حدیثین چھپاتے تھے تو بہلا اصلی قرآن اُنکو کیونکر دیتے ۔؟

لیکن یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہی بالکل غلط ہی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اور دیگر ائمہ اہلبیت علیہم السلام اپنے اصحاب خاص اور شیعیان خاص سے جنکے اوصاف بہی بیان کرتے ہین کوئی اپنی حدیث (سخن) پوشیدہ نہین رکہتے تھے البتہ ایسے راز کو کہ جسکا تعلق امر خلافت سے ہوتا تھا یا اُسکا اثر اُسپر پڑتا تھا علانیہ عام لوگون پر ظاہر نہین فرماتے تھے اور جب وجہ پوشیدہ رکہنے پر غور کیا جاتا ہی اور غور کیا جائیگا تو نوعیت اُن حدیثون کی خودبخود ظاہر کر دے کہ اصلی مذہب اُنکا وہی تھا جو شیعہ راویونکی روایتون مین منقول ہوا ہی۔

ائمہ اہلبیت کو کسی امر کے چہپانے کی ضرورت اور جو کچھہ وجہ تہی تو باعث اُسکا مخالفت خلافت خلفاء ہم عہد کا تھا جس سے صریح اندیشہ ضرر انفاس زکیہ کا رکہتے تھے اور جسقدر زمانہ تک کہ زندہ رہے اُسقدر زمانہ تک بہی زندہ نہین رہ سکتے تھے اسبنا پر جو روایتین کہ مفید خلافت مخالف کے اور جسکو اُس خلافت نے

دین قرار دیا تھا اُس کے مفید اور مؤید ہون وہ بیشک اصلی مذہب ائمہ اہلبیت کا نہین قرار پا سکتا لیکن اُس کے خلاف جسقدر ہون وہی اصلی مذہب ہو سکتا ہی کہ جس مین کسی قسم کا لوث نہین سمجھا جا سکتا بلکہ حالت خوف مین اُنکا صدور خلاف خلافتون مخالف کے اُن سچائی پر یقین دلاتا ہی اور جس حالت نازک مین کہ ائمہ اہلبیتؑ مبتلا رہے مخالف خلافتون ہم عہد اپنے کے مخالف احادیث کا بیان فرمانا اُنہین کا کام تھا کہ جو اُنسے ہو سکا - اور جو چیز کہ اُنکے دل مین تھی اور جو اُن کو اُس کے اظہار پر برانگیختہ کرتی تھی گو عام طور پر ہو وہ اُنکا یقین سچائی ایمان اور دین اسلام پر تھا اُسیطرح جسطرح سے کہ اُنہون نے بیان فرمایا اور وہ بیان اُسی اصلی قرآن کے بموجب تھا کہ جس مین تفسیر بتائی ہوئی پیغمبرؐ کی اور لکھی ہوئی دستخط علی مرتضیٰؑ سے تھی اور رہدایت کے ذریعہ سے وہ قرآن شیعون کو دیا گیا ہی - اور اُسکی تفسیر دن کو کتابون مین نقل کیا گیا ہی -

اُسی سلسلۂ اعتراض کو مصنف مخاطب کہتے ہین کہ وہ اصحاب ائمہ ائمہ پر افترا ہی کیا کرتے تھے "

لیکن اپنے اس بیان کی تصدیق کے لیے کوئی سند نہین لائے جسکا یہ نتیجہ ہی کہ وے اصحاب ائمہ تو ائمہؑ پر کوئی افترا نہین کرتے تھے

مگر مصنف مخاطب اصحاب ائمہ پر افترا کرتے ہین

اور عبداللہ بن یعفور کے ذکر کا جو اس موقع پر مصنف مخاطب نے اعادہ کیا ہی اسکی حقیقت ہم نمبر ۲۲ مین دکہا آئے ہین جہان مصنف مخاطب نے ابتدا اسپر بحث کی ہی (دیکھو پہلا حصہ ضمیمہ جلد اول روشنی) -

مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ فرض کرتے ہین کہ شیعون کیطرف سے اس کے سوا اور کوئی جواب نہین ہوسکتا کہ ائمہ نے اصلی قرآن اسلیے نہین دیا کہ اصحاب ائمہ کی ایسی حالت تہی جو مصنف مخاطب نے قرار دی ہی لیکن درحقیقت نہ اصحاب ائمہ کی ایسی حالت تہی کہ جیسے مصنف ظاہر کرتے ہین اور نہ شیعون کیطرف سے یہ جواب ہی کہ ائمہ نے اصلی قرآن شیعون کو نہین دیا بلکہ اصحاب ائمہ کی وہ حالت ہی کہ جیسے ہم نے ظاہر کی اور ائمہ علیہم السلام نے اُس حیثیت سے قرآن شیعون کو دیا جس حیثیت سے کہ ہم نے بیان کیا شیعون کی روایتون کی بموجب قرآن کی کوئی غیر حالت نہین ہوگئی ہی جیسا کہ مصنف مخاطب کا مقصود ہی شیعونکی روایتون کے بموجب قرآن کی وہی حالت ہی کہ جیسے قرآن اب ستداول بین الناس ہے بعینہٖ مجمع مین کسی قسم کی تحریف نہین ہوئی اور

اونکا اسمین سے مسئلہ امامت کا نکالڈالا گیا ہی اور نہ قرآن کے اعتبار مین
کچھ فرق آیا ہی اور خدا تو خدا بندہ بھی جانتے ہین کہ کوئی مسئلہ اس مین
سے نہین نکل گیا البتہ پیغمبر نے جو تفسیر آیات قرآنی بتائی تھی اس کو
علی مرتضیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور بہ ترتیب نزول قرآن کو جمع
کیا تھا جسکی خبر کتب معتبر اہلسنت مین موجود ہی اور جسکو جابجا ہم بیان کر
آئے ہین - وہی قرآن ائمہ اہلبیت کے پاس برابر رہا اور اسی کے
بموجب ائمہ اہلبیت نے تفاسیر آیات قرآنی بیان کی ہین جو متعلقہ
دیگر مسائل اور مسئلہ امامت مین بالکل مخالف اُن تفاسیر کے ہین
کہ جو علماء اہلسنت غیر اہلبیت رسالت نے اپنی رایون سے بعد
خلفاء فی الارض مخالف ائمہ اہلبیت کے بطمع مال اور اعزاز دنیوی
کے مفید خلفاء فی الارض کے ظاہر کی ہین اب امت رسول کو
اختیار ہی کہ چاہین اُن تفاسیر ائمہ اہلبیت کو قبول کرین اور چاہین
تفاسیر علماء اہلسنت حریص دولت دنیا کو کہ جو غیر اہلبیت رسول
سے تھے -

لیکن وقت طے کرنے اس امر کے کہ کسکی تفاسیر کو قبول کیا
جائے اول اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ مجرد کوئی کتاب اور صحیفہ جو
خدا کی طرف سے کسی نبی اور پیغمبر پر نازل ہوا ہر کوئی شخص اپنی

رالے سے اُسپر عمل نہین کر سکتا چنانچہ خدا نے ہدایت کے واسطے فرمایا ہی کہ ہم نے "بینہ" بھیجین تو اُس "بینہ" کو بتایا ہی کہ وہ رسول صحف پڑہنے والا ہی - آیت سورۃ البینۃ -

" لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیھا کتب قیمۃ "

ترجمہ " نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرکین سے جدا ہونے والے یہانتک کہ آئی اُن کے پاس دلیل روشن پیغمبر خدا کی طرف سے کہ پڑہتا ہی صحیفون پاک کیے گیون کو کہ اُسمین ہین نوشتہ راست "

اس آیت سے ظاہر ہی کہ مجرد کوئی کتاب اور صحیفہ ہدایت کے لیے کافی نہین ہو سکتا بلکہ اُسکا پڑہنے والا کفایت کرنیوالا ہی چنانچہ ایک روایت جو درحقیقت تفسیر اسی آیت کی سمجہنا چاہیے مصنف مخاطب نے ایک موقع پر اپنی تفسیر اکسیر اعظم مین نقل کی ہی کہ " ابن کثیر نے لکھا ہی کہ ابن ابی حاتم اور امام احمد نے روایت کی ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قریب ہی کہ علم اُٹھ جائے گا یہ سنکر زیاد بن لبید نے کہا کہ یا رسول اللہ علم اب کیسے اُٹھ سکتا ہی اسلیے کہ ہم نے قرآن سیکھ لیا اور ہم نے اپنے بچونکو سکھا دیا اور

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لبید کے بیٹے تیری ماں تجکو
اگرچہ مین جانتا ہون کہ تو اہل مدینہ مین بڑا فقیہ ہے مگر کیا تو یہ نہین جانتا
کہ یہود اور نصاری کے ہاتھہ مین بھی توریت اور انجیل موجود ہے لیکن
جب اُنہون نے اللہ کا حکم چھوڑ دیا تو توریت اور انجیل نے اُن کو
کچھ بھی فائدہ نہ دیا یہ فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لی
انهم اقاموا التورىة والانجيل وانزل اليهم من ربهم لاكلوا
من فوقهم ومن تحت ارجلهم پڑھی یعنی اگر وہ قائم رکھتے توریت
وانجیل کو اور اُسکو جو اُتارا گیا تھا اُن کے پاس اُنکے رب کیطرف
سے تو بیشک وہ روزی پاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاوٗنکے
نیچے سے ؛

(جس کی مراد یہ ہے کہ توریت اور انجیل سے ہدایت پاتے مین سراپا
غرق ہوجاتے اور سوائے مقاصد توریت اور انجیل کے اُنمین
کچھہ نہ ہوتا)۔

کچھہ شبہہ نہین اس روایت سے ظاہر ہے کہ یہود اور نصارے
کے پاس مجرد توریت اور انجیل کا ہونا کچھ فائدہ بخش نہین ہوا ایسے
ہی مسلمانون کے ہاتھہ مین قرآن کا ہونا کچھ مفید نہین ہے گو وہ فقیہ کیون
نہون جیسا کہ لبید کی حالت پر نظر کرکے پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے اور

باوصف اس کے کہ یہود ونصاریٰ کے ہاتھ مین توریت انجیل تھی اُنکے پاس غیر مفید ہونے کی وجہ یہ ارشاد کی ہی کہ اُنھون نے اللہ کے حکم کو چھوڑ دیا اور ایسے ہی گو قرآن مسلمانون کے پاس ہی اور اُن کے بچے اُس کو سیکہہ لین کچہہ فائدہ مند نہین ہو سکتا جب تک کہ وہ حکم اللہ نہ چھوڑین اس موقع پر غور کرنا چاہیے کہ مجرد کتب آسمانی کا لوگون کے پاس ہونے سے حکم خدا کو چھوڑ دینا علاوہ اُسکے ہی اور وہ حکم خدا جسکے نچھوڑنے کا حکم ہی سوائے اس کے کچہہ نہین ہو سکتا کہ مثل رسول صلعم کے جو کوئی سمجھنے والا اور جاننے والا کتب آسمانی کا ہو اور جس کو خدا اور رسول نے بتایا ہو اُسکو نچھوڑا جائے تب کتب آسمانی فائدہ دے سکتے ہین - اور ایسے ہی فقیہ خاص سے پیغمبر صلعم کا مقصود اس روایت مین ہی نہ عام فقیہ سے اور اُسی عالم فقیہ کو جس کو خدا اور رسول نے بتایا اور جتایا ہو مضبوط پکڑنا واجب ہی اُس کے چھوڑ دینے سے مراد اس حدیث پیغمبر مین حکم خدا کے چھوڑ دینے سے ہی کیا کچہہ شک ہو سکتا ہی کہ جب رسول لوگون کے سامنے حاضر نہ رہے تو دوسرا کوئی اُس کتاب کا ایسا پڑہنے والا ہو جو مثل رسول کے ہو اور اُسکی اطاعت مثل رسول کی اطاعت کے فرض کیگئی ہو۔

اور اُس پڑھنے والے کو خدا اور اُسکا رسول بتاے ۹ - اور جس کسیکو کہ خدا اور اُسکا رسول بتاتا ہی اُسیکو دوسری اصطلاح مین امام ۴ کہتے ہین - اگرچہ یضرور نہین ہی کہ ہر امام رسول ہو مگر رسالت امامت کو ضرور شامل ہوتی ہی اور خدا اور اُسکے رسول ؐ نے جو ایسے ائمہ کو بتایا ہی اُسکی کسیقدر تفصیل ہم بحث نمبر ۲۵ مسئلہ امامت مین کر گئے ہین -

اس موقع پر ہم صرف اُس حدیث پیغمبر کو جسکی صحت کا دونون فرقونکو اقرار ہی یاد دلاتے ہین جس مین پیغمبر ؐ نے فرمایا کہ -

"انی تارک فیکم الثقلین الی اخرہ"	ترجمہ "مین درمیان تمہارے دو چیزین بزرگ چھوڑے جاتا ہون

کتاب خدا اور اہلبیت میرے اگر اُنکو مضبوط پکڑے رہوگے تو میرے بعد ہرگز کبھی گمراہ نہوگے اور وہ دونون آپس سے جدا نہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ آئین" اور تخصیصاً علی کے لیے یہ بھی فرمایا ہی کہ قرآن علی کے ساتھ ہی اور علی قرآن کے ساتھ ہین -

جس سے صاف مقصود یہ ہی کہ علی اور اہلبیت پیغمبر ؐ پڑھنے والے قرآن کے ہین لوگونپر ہدایت کیواسطے جیسے کہ رسول ۴ کو

پڑھنے والا کتاب او رصحف کا خدا نے فرمایا ہی اُسی معنی مین رسول نے علی اور اہلبیتؑ کو بتایا ہی"

اور علی مرتضیٰ سے جو یہ فرمایا ہی کہ وہ قرآن صامت ہی اور مین قرآن ناطق۔ اُسکی مراد یہی ہی کہ مین پورا پورا قرآن کی تعمیل کرنیوالا ہون اور میرا قول اور فعل عین قرآن ہی۔

جو لوگ کہ اہلبیت اور قرآن کو مضبوط پکڑے ہوے ہین اُنکے لیے کسیطرح سے نہین سمجھا جا سکتا کہ قرآن سے کوئی مسئلہ نکل گیا اسلیے کہ عالم قرآن کے استنباط سے کوئی مسئلہ نہین رہ سکتا تھا لیکن جو لوگ کہ اہلبیت پیغمبر عالم قرآن کو ترک کیے ہوے ہین اُنکی نسبت یقین کرنا چاہیے کہ اُنسے بہت کچھ مسائل قرآن سے چھوٹ گئے اور اُنھون نے غلطی فہم اور طمع سے مسائل قرار دیے اور بنا لیے۔ اور درحقیقت اُنہین لوگونکے حق مین نکالڈالنا مسائل کا قرآن سے خصوص مسئلہ ماست کا صادق آتا ہی۔

بیشک اسنے وعدہ حفاظت قرآن کا کیا ہی لیکن اُسکو خدا نے ہرگز اسطرح پورا نہین کیا کہ اہلسنت کو توفیق دی ہو کہ سینہ اور سفینہ مین قرآن کی حفاظت کرتے رہے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین بلکہ خدا نے وعدۂ حفاظت کو اسطرح پورا کیا

بلکہ پیغمبر اور علی مرتضیٰ ؑ اور ائمہ اہلبیت ؑ نے اُسکو محفوظ رکھا ہی اور انہین کے طریقہ حفاظت کیوجہ سے اب تک محفوظ چلا آتا ہی۔

باوصف اسکے کہ روز وفات پیغمبر سے اُس فرقہ نے کہ جس نے حکم خدا (اہل بیت رسول) کو چھوڑ دیا ہی اور حضرت معاویہ کے وقت مین خطاب اہلسنت کا اور حضرت یزید کے وقت مین لقب اہلسنت وجماعت کا پایا ہی بہت کوشش کی ہی کہ قرآن مین تحریف کرین اور ابتک کوشش چلی جاتی ہی۔

خدا نے جو وعدہ حفاظت قرآن کا کیا ہی اُس حفاظت سے مراد حفاظت تحریف سے ہی اور تحریف دو قسم کی ہوتی ہی ایک تحریف لفظی دوسرے تحریف معنوی۔ خدا قرآن مین چند جگہ تحریف کا ذکر فرماتا ہی۔

”افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منہم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وہم یعلمون[۱]“	ترجمہ:۔ کیا پس طمع رکھتے ہو تم (اے محمد اور اہلبیت محمدؐ) یہ کہ ایمان لائین وہ تمہارے واسطے درحالیکہ تحقیق کہ ایک گروہ ان مین سے ہی کہ سنتے ہین وہ کلام خدا کو پھر تحریف کرتے ہین (بدل دیتے ا

[۱] پارۂ اول رکوع ۹ سورۂ البقرہ۔

ہین) اُسکو بعد اسکے کہ سمجہا ہی اُسکو اور وہ جانتے ہین"

اس آیت کے شروع مین جو خطاب ہی وہ کل مومنین اور ہر ایک ایمان لانے والے کی نسبت نہین ہوسکتا اسلیے کہ اہل خطاب کو ایمان لانیوالونکی خدا خبر دیتا ہی اور ایمان لانیوالونمین سے ایک فرقہ کو خدا ایسا بتاتا ہی کہ جو کلام خدا کو سنتے ہین اور پہر اسمین تحریف کرتے ہین بعد اسکے کہ اُسکو سمجہ لیا ہی اور اپنی تحریف کرنے کو جانتے ہین۔

اور اہل خطاب کی نسبت یہ فرماتا ہی" کیا پس طمع رکہتے ہو تم یہ کہ ایمان لائین وہ واسطے تمہارے" جس سے یہ ظاہر ہی کہ اہل خطاب وہ لوگ ہین کہ جنپر ایمان لایا جاے۔ اور اہل خطاب کو جن ایمان لانیوالونکی خبر دی گئی وہ اہل خطاب کے سوا دوسرے لوگ ہین۔

اس بنا پر اہل خطاب کل مومنین نہین ہوسکتے بلکہ کل مومنین مین دو فرقہ ہوسکتے ہین۔ ایک وہ کہ اہل خطاب پر ایمان لائین اور کلام خدا کو سنکر اور سمجہکر تحریف نہ کرین۔ دوسرے وہ کہ اہل خطاب پر ایمان لائین اور کلام خدا کو سنکر بعد سمجہنے کے تحریف کرین اور اپنی تحریف کو جانتے ہون۔

یہ معنی اور مراد آیت قرآنی کی ایسی صاف وصریح ہین کہ جسپر کوئی نزاع اور بحث نہین ہوسکتی البتہ یہ ہوسکتا ہی کہ خدا نے جس فرقہ کو تحریف کرنیوالا بتایا ہی۔ شیعہ سنیون کو کہین کہ وہ فرقہ تحریف کرنیوالا ہی اور سنی فرقہ شیعہ کو کہین کہ وہ تحریف کرنیوالا ہی لیکن یہی آیت بتاتی ہی کہ کون فرقہ تحریف کرنیوالا ہی۔

شروع آیت مین جو یہ خطاب ہی "کیا پس طمع رکھتے ہو تم یہ کہ ایمان لائین وہ واسطے تمہارے" اس خطاب سے ظاہر ہی کہ جس پر ایمان لایا جاے اور جو اہل خطاب ہین وہ شخص واحد نہین ہی بلکہ ایک جماعت ہی "افتطمعون" صیغہ جمع کا ہی اور انہین کے لیے "لکم" بہی ضمیر جمع مخاطب حاضر کی ہی۔ اسلیے ضرور ہی کہ بلحاظ اس آیت کے ہر مومن ایک جماعت پر ایمان لانیوالا ہو۔

فرقہ شیعہ حضرت محمد صلعم کی رسالت پر جسمین امامت شامل ہی اور اہلبیت پیغمبر اور ائمہ اہلبیت کی امامت پر جو رسالت کے شامل تہی ایمان لانیوالا ہی۔ اور فرقہ اہلسنت ذات واحد حضرت محمد کی رسالت پر ایمان لانیکا دعوی کرتا ہی اور آل محمد کی امامت کا بموجب قرآن کے قطعی منکر ہی۔

چنانچہ مصنف مخاطب نے یہان تک کہا ہی کہ مسئلہ امامت کا

قرآن مین پتا نہین ۔ حالانکہ باعتبار اس آیت کے ایک جماعت پر ایمان لانا ضرور ہی۔ پس جو فرقہ کہ صرف ایک ذات واحد کی رسالت پر کہ جسمین امامت شامل ہی مدعی ایمان لانیکا ہی نہ ایک جماعت کی امامت پر کہ جو رسالت کو شامل تہی۔

ایسی جماعت کی نسبت خدا خطاب کر کے فرماتا ہی " کیا پس طمع رکھتے ہو تم یہ کہ ایمان لائین وہ واسطے تمہارے حالانکہ ایک گروہ اُنمین سے سنتا ہی کلام خدا کو اور پہر تحریف کرتا ہی بعد سمجھنے کے درحالیکہ جانتا ہی وہ اپنی تحریف کو " جسکا یہ منشا ہی کہ تمہاری سنت اور تمہاری امامت پر ایمان لانیکا حکم کلام اللہ مین موجود ہی اور اُسکو وہ سمجھتا ہی اور بعد سمجھنے کے اُسکو وہ بدلتا ہی اور اپنے بدلنے کو وہ جانتا ہی۔

اس آیت سے صریح ظاہر ہی کہ کلام اللہ کا تحریف کرنیوالا فرقہ فرقہ اہلسنت ہی نہ فرقہ شیعہ۔

(۴) الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یشترون الضلالۃ ویریدون ان تضلوا السبیل واللہ اعلم باعدائکم وکفی باللہ	ترجمہ " کیا نہ دیکھا تونے (اے محمد صلعم) طرف اُن لوگون کے کہ دیے گئے ہین وہ ایک حصہ کتاب سے خرید کرتے ہین گمراہی کو اور